کرسمس

عیسائیت سے مسلمانوں تک

25 DECEMBER

CHRISTMAS

Holiday

تالیف
عبدالوارث ساجد

صبح روشن
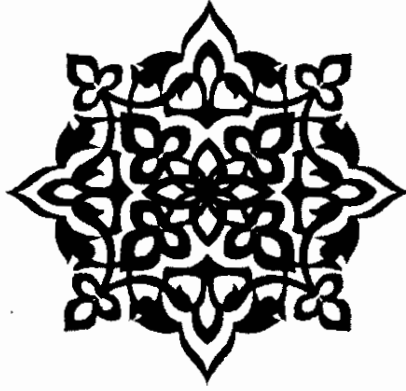
- نام کتاب : کرسمس عیسائیت سے مسلمانوں تک
- تالیف : عبدالوارث ساجد
- اشاعت : دسمبر 2010ء
- قیمت : 80 روپے

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاهور پاکستان

تھرڈ فلور، مسلم سنٹر، چھٹر جی روڈ اردو بازار، لاہور

0321-4275767, 0300-4516709

ترتیب

عیسائی دنیا کرسمس کیسے مناتی ہے؟

مسلمانوں میں کرسمس کا فروغ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

کرسمس کارڈ سے عید کارڈ تک

کرسمس کے تہوار کی مخالفت مسلمانوں پر کیوں لازم ہے؟

عیسائیوں کا تہوار

عرض مؤلف

نام کے مسلمان

سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور فتح مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کی طرف جاتے ہوئے ہمارا گزر ایک بیری کے درخت پر ہوا، جسے ذات انواط کہا جاتا تھا اور مشرکین عرب اسے متبرک سمجھ کر (فیض روحانی حاصل کرنے کے لیے) اس کے نیچے اعتکاف یا چلہ کشی کرتے تھے اور برکت کی غرض سے اس پر اپنی تلواریں لٹکاتے تھے۔ اسے دیکھ کر ہم نے بھی اپنے ہادی و مرشد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کر دی کہ:

''اے اللہ کے پیارے رسول! آپ بھی ہمارے لیے (کسی درخت کو) ذات انواط مقرر کر دیجئے (تاکہ ہم بھی اس پر اپنی تلواریں لٹکائیں اور برکت حاصل کریں۔''

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ''اللہ اکبر! یقیناً یہ ضلالت کی راہیں ہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم نے بھی اسی نوعیت کا مطالبہ کر دیا جس طرح کا بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا کہ:

اے موسیٰ! آپ بھی ہمارے لیے ایسے دیوتا بنا دیجئے جیسے قبطیوں کی مرادیں پوری کرنے والے دیوتا ہیں۔ تو انہوں نے جواباً کہا کہ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ''کہ بے شک تم ایسی قوم ہو جو جہالت کی راہیں تلاش کرتی ہے۔''

اس کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً تم بھی اپنے سے پہلی

قوموں کے نقش قدم پر چلو گے۔'' (ترمذی)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ ''تم بھی اپنے سے پہلی قوموں کے راستوں پر چلو گے اور ہو بہو اسی طرح جیسے تیر کے دونوں پرے برابر ہوتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی سانڈے (ضب) کے بل میں گھسا تو تم بھی ضرور گھسو گے۔'' صحابہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے پیارے رسولؐ! قوموں سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا ''اور کون''

مستدرک علی الصحیحین میں ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے سر عام اپنی بیوی سے جماع کیا تو تم بھی کرو گے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی آپ کی دیگر پیشین گوئیوں کی طرح پوری ہو رہی ہے کہ اسلام کے لیے باعث ننگ مسلمان یورپی عیسائیوں اور یہودیوں کی دیکھا دیکھی اپنی نوجوان بیویوں بلکہ بہو بیٹیوں کو بھی انٹرنیشنل مقامات اور پرہجوم بازاروں میں نیم عریاں کرکے سیر سپاٹے کرا رہے ہیں اور سر عام میل ملاپ سے بھی نہیں شرماتے۔

جس طرح یورپ کے عیسائی ویلنٹائن ڈے کے نام پر ''یوم بے حیائی'' مناتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں نے بھی ویلنٹائن ڈے منانا شروع کر دیا ہے اور پھر بسنت کے ہندووانہ تہوار میں ہندوؤں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور جس طرح وہ لوگ اپنی سالگرہ یا برتھ ڈے مناتے ہیں، کرسمس مناتے ہیں ہم بھی منانا شروع کر دیتے ہیں۔

اب تو تہوار منانے میں مشابہت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ کئی تہوار جو خالصتاً یہود و نصاریٰ کے ہیں وہ اب مسلمان بھی بڑھ چڑھ کر منانے لگے ہیں اور اس میں کوئی قباحت بھی محسوس نہیں کرتے، اس نقالی کا نتیجہ یہ نکلنے لگا ہے کہ مسلمان آہستہ آہستہ اسلام کی مخالفت اور اسلام سے بغاوت کرنے لگے ہیں، جن افعال سے شریعت اسلامیہ نے منع کیا ہے، اہل کفر کی مشابہت میں ایسے امور سرانجام دیئے جانے لگے ہیں۔ کرسمس کا تہوار بھی ایک ایسا ہی تہوار جو آہستہ آہستہ مسلمانوں میں فروغ پانے لگا

ہے، اب تو حال یہ ہے کہ عیسائی مسلمان اکٹھے مل کر اس تہوار کو منانے لگے ہیں اور جو بھولے مسلمان کچھ عیسائیت سے نفرت کرتے تھے انہوں نے ان کی دیکھا دیکھی اپنے نبی کی شان وقدر بڑھانے کے لیے ویسے ہی کام شروع کردیئے ہیں جو عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی یاد میں کرتے ہیں۔

افسوس یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود!

اس کتاب میں ہم نے انہی دو باتوں پر بحث کی ہے، ''اوّل کرسمس کے تہوار کی اصلیت کیا ہے اور ثانیاً ان کی دیکھا دیکھی بے چارے مسلمانوں نے کرسمس کی طرح عید میلاد اور کرسمس کارڈ کی طرح عید کارڈ کا سلسلہ کیوں شروع کردیا ہے۔'' مجھے تسلیم کہ یہ موضوع ایک علمی موضوع ہے جو مجھ جیسے کم علم کی بساط سے باہر ہے تاہم درد کی وہ ٹیسیں ایک مسلمان ہونے کے ناطے مسلمانوں میں عیسائیت کو فروغ پاتے دیکھ کر اٹھتی ہیں، انہوں نے مجھے اس کام پر اکسایا، اور اس درد سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی۔ پاکستان میں نہیں بلکہ عالم اسلام کے ہر مسلمان ملک میں عیسائیت کو ایک منظم انداز میں فروغ دیا جانے لگا اور اُن تہواروں کو مسلمان طبقوں میں عام کیا جانے لگا ہے جو خالصتاً یہود ونصاریٰ اور ہنود و مجوسی کے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کوئی اور نہیں کہ مسلمانوں کی دلچسپی ان مذاہب میں بڑھے اور وہ اپنے دل میں نرم گوشہ پیدا کرکے ان کی طرف بڑھیں، یہ ایک سچے مسلمان کے لیے انتہائی تشویشناک بات ہے۔ میرے ناقص علم کے مطابق جو بھی حقیقت ہے آپ قارئین کے سامنے ہے۔ یہ کام خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول اور بدعات کے رد کے لیے ہے یقیناً اللہ تعالیٰ میرے لیے اور ان احباب کو جنہوں نے کتاب کی تیاری میں معاونت فرمائی اس کتاب کو ذریعہ نجات بنائے گا۔

عبدالوارث ساجد

14 اگست 2009ء

لٹن روڈ، لاہور

یوم ولادت مسیح یا......

کرسمس کا مروجہ نام ''بڑا دن'' ہے۔ یہ یوم ولادت المسیح کے سلسلے میں منایا جاتا ہے چونکہ مسیحیوں کے لیے یہ ایک اہم اور مقدس دن ہے اس لیے اسے ''بڑا دن'' کہا جاتا ہے۔

رومن کاتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیسائیں اسے 25 دسمبر کو مشرقی آرتھوڈوکس کلیسا 6 جنوری کو آرمینہ کی کلیسا 19 جنوری کو مناتی ہے۔

کرسمس کے تہوار کا 25 دسمبر پر ہونے کا ذکر پہلی مرتبہ شاہ قسطنطین کے عہد میں 325 عیسوی کو ہوا۔ یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں کہ اولین کلیسائیں بڑا دن مناتی تھیں یا نہیں۔ تاہم جب سے یہ شروع ہوا یہ بڑا مقبول ہوا ہے اگرچہ بعض رسومات جو مسیحی نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسیحی عقیدہ ہے۔ کرسمس سے منسوب کی گئی رسومات مثلاً کرسمس ٹری، کرسمس کارڈ وغیرہ اس کا مسیحی دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یاد رہے کہ مسیح علیہ السلام کی صحیح تاریخ پیدائش کا کسی کو علم نہیں۔ تیسری صدی میں اسکندریہ کے کلیمنٹ نے رائے دی تھی کہ اسے 20 مئی کو منایا جائے لیکن 25 دسمبر کو پہلے پہل رومہ میں اس لیے مقرر کیا گیا تاکہ اس وقت کے غیر مسیحی تہوار، جشن زحل کو (Saturnalia) جو راس الجدی کے موقع پر ہوتا تھا پس پشت ڈال کر اس کی جگہ مسیح علیہ السلام کی سالگرہ منائی جائے۔ میں نہایت مشکور ہوں جناب عبدالوارث ساجد صاحب کا جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میں کتاب پر نظر ثانی کروں۔ میں نے ''کرسمس'' کے نام کتاب پڑھی اور یہ کتاب بہت اور نہایت مفید ہے ان تمام افرد کے لیے جو اسلام کی بدعات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گلزار احمد (سابق پادری)

تقریظ

کرسمس......کیا اور کیوں؟

عیسائیوں کے ہاں 25 دسمبر کا دن بہت اہم ہے۔ اس دن یہ اپنا سب سے بڑا تہوار ''کرسمس'' مناتے ہیں۔ اس دن ان کے ہاں نئے کپڑے، نئے سامان، زیب و زینت اور بچوں کے تحفوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ کرسمس کو عیسائی حضرات دراصل یوم ولادتِ مسیح کے طور پر مناتے ہیں۔ یہ دن ان کے ہاں ''عید ولایت المسیح'' ہے۔ ہماری عید کی طرح کرسمس بھی ان کے ہاں بے حد خوشی و شادمانی کا دن مانا جاتا ہے۔ اس دن عقیدت میں ان کے ہاں شراب کو بھی پانی کی طرح پیا جاتا ہے۔ (ہم نے بھی عید کے دن شراب کو حلال سمجھ لیا ہے)۔

لیکن کرسمس کا آغاز کس طرح ہوا، اس کے پیچھے کیا کہانی ہے، یہ ایک دلچسپ اور علمی موضوع ہے اور مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے والوں کو اس سے ضرور واقف ہونا چاہیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے کم از کم تین صدیوں تک عیسائیوں میں یہ تہوار نہیں منایا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ روم کا بادشاہ کونسٹنٹائن تھا جس نے اپنے دور میں اس تہوار کو ایجاد کیا۔ اس وقت تک تمام رومی سلطنت میں ستارہ پرستی، سورج پرستی اور بت پرستی عام تھی، یہی ان لوگوں کا مذہب تھا۔ اس لیے **شاہ کانسٹنٹائن** نے اپنی سلطنت کے بت پرست عوام کو عیسائیت کے قریب لانے کی خاطر کرسمس یا عید میلاد المسیح کو ایجاد کیا۔ سورج پرست اقوام میں (اور اس وقت دنیا کی بیشتر قومیں سورج و ستارہ پرست ہوا کرتی تھیں)، سال میں ایک دفعہ سورج دیوتا کا دن ضرور منایا جاتا تھا اور یہ ٹھیک 25 دسمبر ہی کا دن ہوتا تھا۔ سورج پرست قوموں کا

خیال تھا کہ اس تاریخ کو سورج دیوتا نے دنیا میں جنم لیا تھا۔ اہل بابل، اہل عرب اور اہل ایران کے سورج دیوتا کا نام ''متھرا'' تھا۔ شاہ کانسٹنٹائن اور اس دور کے اہل کلیسا نے طے کیا کہ بت پرستوں کے تہوار کے مقابلے میں عیسائیوں کا بھی ایک تہوار ہونا چاہیے۔ لہٰذا انہوں نے سورج دیوتا کی پیدائش کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے ساتھ منسوب کر دیا تاکہ بت پرست جشن بھی مناتے رہیں اور ان کا رخ دیوتا سے ہٹ کر حضرت عیسیٰؑ کی جانب ہو جائے۔ انجیلوں میں حضرت عیسیٰؑ کی تاریخ پیدائش کے لحاظ سے کوئی ذکر موجود نہیں ہے، اس لیے اس تاریخ کو فی الواقع مذہبی ماننا حماقت ہے۔ پہلے یہ دن عیسائیوں میں 6 جنوری کو منایا جاتا تھا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بپتسمہ دیا گیا، یعنی انہیں BAPTISE کیا گیا تھا۔ بعد میں پادریوں نے اسے بدل کر 25 دسمبر کر دیا۔ ممتاز سائنس داں جیمس جارج فریزر (Frazer) نے لکھا ہے کہ چرچ نے 25 دسمبر کو کرسمس منانے کا فیصلہ رومی مشرکوں کو عیسائیت میں داخل کرنے کے لیے کیا تھا۔ درحقیقت عیسائیت کے بیشتر عقائد کا پس منظر مشرکانہ ہے جس کا آغاز سینٹ پال نے کیا تھا۔ یہودی نژاد اس شخص نے بعد میں (منافقت کے طور پر) عیسائیت قبول کر کے اسے زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کے لیے اس میں بے شمار مشرکانہ اور بت پرستانہ عقائد داخل کر دیئے جب کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات کو مذہب سے بالکل بے دخل کر دیا۔ نہ جانے اس نے یہ کام دانستہ طور پر یہودی سازش کے طور پر کیا تھا کیونکہ اس زمانے میں عیسائی یہودیوں کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے یا اس نے یہ تمام تبدیلیاں جوش عقیدت میں کی تھیں؟ اسلام میں بھی بے شمار تبدیلیاں محض جوش عقیدت کی بنیاد پر کی گئی ہیں۔ بقول ایک اہم عیسائی مفکر کے کہ ''مشرکانہ مذہب میں عیسائی عقائد داخل کرنے کی بجائے خود عیسائیت میں 'مشرکانہ عقائد' کو داخل کر دیا گیا۔''

اصل عیسائی تعلیمات کو برباد کرنے میں دو اہم شخصیتوں کا کردار بہت اہم ہے۔

اول سینٹ پال جس نے اصل عقائد مسخ کر کے بالکل نئے عقائد عیسائیت میں داخل کردیئے، یعنی کفار کا عقیدہ تثلیث کا نظریہ، خدا کے بیٹے کا نظریہ، ختنے کی سنت کا خاتمہ، ایسٹر کی ایجاد اور مصلوب کیے جانے کا عقیدہ۔ دوسری شخصیت رومیبادشاہ کانسٹنٹائن کی ہے، جس نے عیسائیت قبول کرلی تھی جس کے باعث عیسائیت کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ اس کے دور تک کئی ایسی انجیلیں موجود تھیں اور ان کا باقاعدہ مطالعہ کیا جاتا تھا جن میں بڑی حد تک صحیح مواد موجود تھا۔ انہی میں سے ایک انجیل برناباس تھی لیکن اس بادشاہ نے بت پرستانہ عقائد کی خاطر چار ملاوٹ شدہ انجیلیں بزور حکم قابلِ مطالعہ قرار دیں اور باقی تمام انجیلوں کو جلا دینے کا حکم دیا۔ اس طرح دنیا سے صحیح عقائد والی انجیلیں غائب ہوگئیں۔ البتہ گزشتہ چار پانچ سو سالوں سے انجیل برناباس برآمد ہوگئی ہے جو آج بھی مارکیٹوں میں مل جاتی ہے۔

اسی طرح کرسمس میں علامتی طور پر ستارے بھی ٹانکے جاتے ہیں۔ اس کے بارے میں عیسائی روایتیں بتاتی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش پر آسمان میں ایک روشن ستارہ نمودار ہوا تھا۔ کرسمس کا آج کا ستارہ اسی ستارے کی علامت کے طور پر بنایا اور سجایا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دور تک عیسائیت بڑی حد تک اپنی اصل شکل میں موجود تھی جس کا ثبوت ورقہ بن نوفل ہیں جنہوں نے نبوت سے پہلے نبی کریم ﷺ کے نبی ہونے کی اپنی صحیفوں کی بنیاد پر پیشین گوئی کر دی تھی، نیز ہمیں سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے واقعے سے بھی عیسائی درست تعلیمات کی موجودگی کا پتہ لگتا ہے جبکہ انہیں تین یا چار پادریوں نے مدینے میں ایک خاتم النبیین کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی۔ بدقسمتی سے آج کے دور میں اس وقت تک کی موجود صحیح عیسائی تعلیمات اب عیسائی دنیا میں کہیں موجود نہیں ہیں!

کرسمس یا عید میلاد مسیح دراصل ایک غیر مستند تہوار اور بعد کے دور کی ایجاد ہے

جس کا اصل عیسوی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر ایک طرف عیسائی اپنے پیغمبر کا یوم پیدائش دھوم دھام اور جشن کے ساتھ منائیں اور دوسری جانب یہودیوں کے ساتھی ہو کر ساری دنیا کا خون اپنے لیے حلال کر لیں تو اس کی تعلیم حضرت عیسیٰؑ نے کب دی تھی؟ جشن ولادت منانا اور الہامی تعلیمات کو مسل دینا، دو متضاد رویے ہیں جس پر ہر عیسائی اور مسلمان کو غور کرنا چاہیے۔

رضی الدین سید
نیشنل اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ

❀ ❀ ❀

کرسمس کی حقیقت تاریخ کے آئینے میں

دنیا بھر کے عیسائیوں کے ہاں 25 دسمبر کے روز کرسمس کا تہوار منایا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس دن کو اُردو زبان میں ''بڑا دن'' اور پنجابی میں ''وڈا دن'' کہا جاتا ہے اگرچہ یہ دن نظام شمسی کے لحاظ سے سال بھر کے چھوٹے دنوں میں سے ایک ہے لیکن اسے ''بڑا'' دن کہا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے عیسائی اس دن کرسمس کی چھٹی کرتے ہیں اور اُن کی دیکھا دیکھی مسلمان بھی چھٹی پر رہتے ہیں۔

کرسمس کی تاریخ

کرسمس، متعدد روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے صدیوں پہلے سے منائی جاتی رہی ہے۔ کرسمس کے 12 دن آگ روشن کی جاتی تھی، جلانے کی لکڑی تحفے میں دینے کا رواج عام تھا۔ ترانہ کرسمس بھی گھر گھر گایا جاتا تھا۔ مقدس دن کے میلوں اور چرچ کے جلوسوں کو ابتدائی طور پر میسو پوٹا میز سے جوڑا جاسکتا ہے جو کرسمس مناتے تھے۔ میسو پوٹا میز کئی خداؤں پر یقین رکھتے تھے، ان کا ایک چیف گارڈ یعنی سردار خدا ہوتا تھا۔ جو مدارک کہلاتا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مدارک بدنظمی کے عفریت سے جنگ کرتا ہے اور اس جدوجہد میں مدارک کا ساتھ دینے کے لیے میسو پوٹامیز نئے سال کی تقریبات کا انعقاد ہر سال موسم سرما میں کرتے تھے۔ ''زگ موک'' نامی یہ تہوار جو نئے سال کی آمد کی خوشی میں 12 دنوں تک منایا جاتا تھا اب کرسمس کے نام سے منایا جاتا ہے۔ اس وقت لوگوں کا عقیدہ تھا کہ میسو پوٹامیز بادشاہ مدارک کی خانقاہ کی طرف واپس آکر اللہ پر اپنے یقین کی قسم اٹھائیں گے۔ روایت کے مطابق سال کے اختتام پر بادشاہ مرتا ہے اور جنگ میں شریک ہونے کے لیے

مردوک کا ساتھ دیتا ہے۔ اپنے بادشاہ کے مرنے کے بعد میسوپوٹامینز ''ماک'' بادشاہ کا تصور استعمال کرتے تھے، ایک مجرم کا انتخاب کیا جاتا اور اسے شاہی لباس پہنا کر اسے ایک حقیقی بادشاہ جیسی عزت اور احترام دیا جاتا تھا۔ تہوار کے اختتام پر ''ماک'' بادشاہ سے شاہی لباس اتار کر اسے قتل کرتے تھے۔ رومن اپنے خدا ''سیٹرن'' کا جشن مناتے تھے۔ ان کا تہوار یشوریلیا کہلاتا اور یہ دسمبر کے وسط سے شروع ہو کر یکم جنوری تک جاری رہتا۔ مختلف بہروپ بدل کر گلیوں میں گھومنا، دوستوں سے ملاقات اور تحائف کے تبادلے اس تہوار میں شامل ہوتے تھے۔ رومن اپنے گھروں کو پھولوں اور سرسبز درختوں سے سجاتے جن میں موم بتیاں روشن کی جاتی تھیں۔ آقا و غلام اپنی جگہ تبدیل کرتے تھے جو یشوریلیا رومیوں کے لیے ایک تفریح ہوا کرتی تھی لیکن عیسائی اس تہوار کو تفریح سمجھ کر نہیں مناتے تھے۔ جیسے جیسے عیسائیت پھیلتی گئی ان کی تقریبات میں بھی رومیوں کی طرح کی رسمیں فروغ پانے لگیں۔ پہلے تو چرچ نے اس قسم کی تقریبات کو منانے سے منع کیا لیکن چرچ کی ہدایت لاحاصل رہی اور بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ تہوار خدا کے بیٹے کے تہوار کی حیثیت سے منائے جائیں گے۔ 25 دسمبر کی تاریخ نہ صرف رومیوں کے لیے مقدس تھی بلکہ فارسیوں کے لیے بھی جن کا مذہب اس وقت عیسائیت کا اہم حریف تھا۔ آخر کار چرچ نے رومیوں کے جشن روشنیوں اور تحائف کو تقریبات کرسمس میں شامل کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں عیسائی خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں، کی تاریخ پیدائش صحیح طور پر کسی کو بھی نہیں معلوم۔ روایات سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدائش کا جشن 98 عیسوی سے منایا جاتا ہے۔ 137 عیسوی میں روم کے بشپ نے حکم دیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سالگرہ کو بطور مذہبی رسم منایا جائے گا۔ 350ء میں ایک بشپ نے 25 دسمبر کو کرسمس کے لیے منتخب کیا۔ دسمبر کے آغاز کے ساتھ ہی مذہبی رسومات شروع کر دی جاتیں، چرچ میں خصوصی عبادتیں ہوتیں اور بعض گرجا گھروں میں کرسمس کے ترانے گائے جاتے۔

جرمن میں کرسمس

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرسمس دو لفظ Cristes اور Maesse کا مرکب ہے۔ اس تہوار کا آغاز روم میں 336 عیسوی میں ہوا، ان دنوں گرجا گھر اور تخت میں بڑا ''اتفاق'' ہوتا تھا۔ بادشاہوں کو اپنے غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر شرعی احکام کی تصدیق کے لیے چرچ کی مدد درکار ہوتی تھی۔ پادری بھی بادشاہ کے ایماء پر ایسے ایسے احکام جاری کرتے تھے کہ آج کا انسان سنے تو اس کے لیے ہنسی روکنا مشکل ہو جائے۔ بہرحال کرسمس کے تہوار کو پادریوں نے دربار تک پہنچایا، یا پھر بادشاہوں نے پادریوں کو اس کی سرپرستی کا حکم دیا، تاریخ اس کے بارے میں تو خاموش ہے لیکن یہ بات طے ہے یہ تہوار دو تین برسوں ہی میں سرکاری سرپرستی میں چلا گیا۔ روم میں اس روز سرکاری تعطیل ہوتی، شاہی خزانے سے ہزاروں موم بتیاں خریدی جاتیں اور یہ موم بتیاں پھر تمام گرجا گھروں میں جلائی جاتیں، گو اس وقت تک یہ طے نہیں ہوا تھا کہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام 25 دسمبر ہی کو پیدا ہوئے تھے لیکن اس اختلاف کے باوجود رومی کرسمس کا تہوار 25 دسمبر کو مناتے تھے۔ روم کے بعد جرمنی دوسرا علاقہ تھا جس میں کرسمس منائی جانے لگی، وہاں بھی اس تہوار کو سرکاری تقریب کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اس زمانے میں جرمنی کسی خاص ملک یا سلطنت کا نام نہیں تھا، یہ رومی سلطنت کا ایک مفتوحہ علاقہ تھا، جس میں چھوٹے چھوٹے سرداروں کی حکومت تھی۔ ان لوگوں کے رہن سہن میں رومی ثقافت کی جھلک نظر آتی تھی۔ یہ سردار ابتدا میں کرسمس کا تہوار منانے روم جاتے تھے، واپس آ کر جب اپنے درباریوں کو واقعات سناتے تو وہ حیرت کا اظہار کرتے۔ بعدازاں کوئی ایک جرمن سردار بیماری کے باعث کسی کرسمس پر روم نہ جاسکا تو اس نے مقامی سطح پر کرسمس کا اہتمام کیا، اس دن کے بعد تمام جرمن قبائل اپنے اپنے قبیلے میں کرسمس منانے لگے۔ یوں روم کے بعد اس خطے میں بھی کرسمس منائی جانے لگی جسے آج کی دنیا جرمنی کا نام دیتی ہے۔

کاروبار کا آغاز

تاریخ بتاتی ہے کہ چوتھی صدی عیسوی تک دنیا میں کرسمس کا نام ونشان نہیں تھا۔ عیسائی ہفتہ یعنی سیت کے دن گرجا گھروں میں عبادت تو کرتے تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت منانے کا تصور بھی مسیحی مذہب میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ چوتھی صدی کے شروع میں دنیا میں ایک عجیب واقعہ ہوا، روم شہر میں مشعلیں بنانے والے ایک کاریگر نے ایک ایسی مشعل بنالی جس میں تیل نہیں ڈالنا پڑتا تھا، اس مشعل کو سیدھا کھڑا کرکے اس کے فیتے کو آگ لگا دی جاتی اور یہ گھنٹوں جلتی رہتی تھی۔ یہ مشعل ایک دلچسپ ایجاد تھی، دیکھتے ہی دیکھتے مشعل ساز نوجوان امیر ہوگیا، اس کی بنائی مشعلیں دربار میں جلنے لگیں۔ یہ مشعل آگے چل کر کینڈل یا موم بتی کہلائی۔ اس زمانے میں موم بتیاں صرف شاہی خاندان تک محدود تھیں، عام لوگ انہیں خرید سکتے تھے اور نہ ہی روز جلا سکتے تھے لیکن موم بتی ایجاد کرنے والا نوجوان اس کی وسیع فروخت کا خواہاں تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس کی ایجاد دنیا بھر میں خوب پھولے پھلے، لوگ اسے خریدیں بھی اور جلائیں بھی۔ اس کے حلقۂ احباب میں روم شہر کا ایک پادری بھی شامل تھا، ایک دن اس نوجوان نے اپنے پادری دوست کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا، پادری ایک سمجھ دار اور زندہ دل شخص تھا، اس نے اسے سمجھایا: ''دنیا میں جو چیز مذہب کے ساتھ وابستہ ہو جائے اسے دوام مل جاتا ہے، تم کسی طریقے سے گرجا گھر سے موم بتی کا رشتہ قائم کر دو، پھر دیکھو تمہاری ایجاد کس طرح دنیا میں پھیلتی ہے۔'' آئیڈیا اچھا تھا نوجوان چند روز تک سوچتا رہا، ایک روز پادری اس کی دکان پر آیا تو نوجوان نے اس کے کان پر جھک کر سرگوشی کی، پادری کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ وہ اتوار کا دن اور 25 دسمبر تھا، اس روز پادری نے ''سروس'' کے دوران ایک عجیب وغریب اعلان کیا۔ اس نے حاضرین سے درخواست کی: ''آپ تمام خواتین و حضرات سورج ڈوبنے کے بعد دوبارہ چرچ آئیں، چرچ میں ایسے خصوصی طریقے سے دعا مانگی جائے گی جو مکمل ہونے سے پہلے ہی قبول ہو جائے گی۔'' لوگوں نے

حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، لیکن قصبے میں کیونکہ پادری کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا چنانچہ لوگ شام کو چرچ میں جمع ہو گئے، جب خوب اندھیرا پھیل گیا تو پادری نے تمام حاضرین کے سامنے ایک ایک موم بتی جلائی اور لوگوں سے آنکھیں بند کر کے دعا کرنے کی درخواست کی، یہ دعا گھنٹہ بھر چلتی رہی۔ دعا کے بعد جب لوگوں کی واپسی شروع ہوئی تو ان کے ہونٹوں پر اس نئے طریقے کی دعا کی قبولیت کا چرچا تھا۔ یہ 336ء کا 25 دسمبر تھا۔

25 دسمبر کو کرسمس کیسے منایا جانے لگا

محترم نادر عقیل انصاری کی تحقیق کے مطابق تیسری صدی عیسوی کے عیسائی ماہرین تقویم کے نزدیک دنیا کی تخلیق مارچ کی 23 تاریخ کو ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش عیسائیوں کے لیے تخلیق عالم سے کم اہم واقعہ نہیں ہے، لہٰذا ان کا قیاس تھا کہ ان کی تاریخ پیدائش بھی 23 مارچ ہی ہونی چاہیے۔ گو تاریخ سے یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ تہوار پہلی مرتبہ کس سن میں منایا گیا لیکن 336ء میں روم میں اس تہوار کا سراغ ملتا ہے اور یہ اس سلسلے کی قدیم ترین تاریخی شہادت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رومی حکمران کانسٹنٹائن نے کرسمس کے تہوار کی بنیاد رکھی۔ اصل میں روم کے عیسائی علماء نے تجویز کیا کہ مقامی بت پرستوں کے مقابلے میں عیسائیوں کی شناخت کے لیے بھی ایک تہوار ہونا چاہیے۔ چونکہ روم کے مشرکین 6 جنوری کو اپنے ایک دیوتا کے احترام میں تہوار مناتے تھے، لہٰذا عیسائیوں نے بھی یہی تاریخ اپنے مقدس دن کے لیے منتخب کی۔ ابتداء میں مشرق کی تمام عیسائی دنیا کرسمس کا تہوار 6 جنوری کو مناتی تھی، لیکن یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بجائے ان کے بپتسمہ دیئے جانے کی خوشی میں منایا جاتا تھا۔ البتہ یروشلم میں 6 جنوری کا تہوار ان کی ولادت کی یاد دلانے ہی کے لیے منایا جاتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اکثر عیسائی مکاتب فکر نے یہ تہوار 25 دسمبر کو منانے پر اتفاق کر لیا۔ اس تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ 25 دسمبر روم میں سورج دیوتا کے ظہور کا دن تصور کیا جاتا تھا۔ ان کا مشاہدہ تھا کہ 25 دسمبر

کے بعد دن طویل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور سورج کا ظہور نمایاں سے نمایاں تر ہوتا جاتا ہے، نیز یہ سال کی ابتداء کی نوید بھی دیتا ہے۔ قدیم مصری بھی اس تاریخ کو سورج کی پیدائش کے حوالے سے ایک نوزائیدہ بچے کی تصویر یا بت کی نمائش کر کے مناتے تھے۔ شروع کے زمانے میں عیسائی متکلمین کے ذہن مین اس معاملے میں کوئی اشتباہ نہیں تھا کہ 25 دسمبر کی تاریخ کا انتخاب مشرکین (Pagans) سے متاثر ہوکر کیا گیا ہے اور اسی لیے آگسٹائن (Saint Augustine) لوگوں کو سمجھاتا نظر آتا ہے کہ 25 دسمبر کو سورج دیوتا کے بجائے اس ذات کی شان میں منایا جانا چاہیے جس نے سورج کو پیدا کیا۔ مشہور ماہر علم البشریات سر جیمس فریزر (Frazer Sir James George) نے اپنی کتاب ''شاخ زریں'' (The Golden Bough) میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ چرچ نے 25 دسمبر کو کرسمس منانے کا فیصلہ اس لیے کیا، تاکہ وہ مشرک جو نئے نئے عیسائی ہوئے تھے، ان کی مذہبی عقیدت کو سورج دیوتا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کی طرف منتقل کیا جا سکے اور تبدیلی مذہب کی راہ ہموار کی جا سکے۔ بہرحال ان وجوہ کی بنا پر روم اور مصر میں کرسمس 25 دسمبر کو منایا جانے لگا۔ یروشلم کے مذہبی حلقوں نے کافی عرصے تک 6 جنوری کی تاریخ پر اصرار کیا لیکن بالآخر پانچویں صدی عیسوی میں اکثریت کی رائے اختیار کرلی۔ البتہ آرمینیائی چرچ نے پرانا مسلک اختیار کیے رکھا اور وہاں آج بھی عید میلاد مسیح، یعنی کرسمس 6 جنوری ہی کو منائی جاتی ہے۔

کرسمس کی رسمیں

چونکہ کرسمس کا خمیر یورپی مشرکین کے مذہبی تہواروں سے اٹھا تھا، اس لیے عیسائیوں نے اس میں بہت سی قدیم رسومات کو معمولی تغیر کے ساتھ اختیار کرلیا۔ ایک قدیم رومی تہوار سٹیرنیلا (Saturnala) 17 دسمبر کو منایا جاتا تھا۔ اس موقع پر خوشی منانے اور تحفے تحائف کے تبادلے کی روایت کو کرسمس کی رسم کے طور پر اختیار کرلیا گیا۔ 25 دسمبر ایرانی دیوتا متھرا کا یوم پیدائش تھا۔ رومیوں کا سال نو یعنی یکم جنوری بھی گھروں پر چراغاں اور مستحقین میں خیرات تقسیم کرکے منایا جاتا تھا۔ ان کو بھی

عیسائی تہوار کا حصہ بنا لیا گیا۔ کرسمس کے درخت (Christmas Tree) اور کیک وغیرہ کی روایت جرمنی کے قدیم قبائل سے مستعار لی گئی۔ سدا بہار درختوں کی شاخوں سے گھروں کو مزین کرنا اور آگ روشن کرنا، حیات جاوداں اور زندگی کی حرارت کی علامت کے طور موسم سرما کے تمام یورپی تہواروں کا حصہ رہے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں نے بھی انہیں رفتہ رفتہ کرسمس کی مذہبی رسومات کا حصہ بنا لیا۔ تاہم کرسمس کے درخت کے بارے میں بعض عیسائی علماء کا خیال ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی گم گشتہ جنت کے اس درخت کی علامت ہے جس کے قریب جانے سے انہیں روکا گیا تھا۔

اسی طرح پہلا کرسمس کارڈ 1843ء میں برطانیہ میں ایک شخص (J.C. Horslely) نے اپنے دوست سر ہنری کول (Sir Henry Cole) کے لیے بنایا۔ اس کے بعد سے اپنے اعزہ و اقربا کو کرسمس کارڈ بھیجنا عیسائی روایت بن گئی اور اب ہر سال کروڑوں ڈالر کے کارڈ بھیجے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں عید کارڈ بھیجنے کا رواج بھی اسی رسم کی پیروی کا نتیجہ ہے۔

کرسمس ٹری

اس بات پر سب ہی متفق ہیں کہ کرسمس کے موقع پر کرسمس ٹری کی روایت جرمنی سے آئی۔ دنیا کا پہلا کرسمس ٹری ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں کرسمس کا حصہ بنا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک برطانوی راہب جرمنی میں ایک قصبے کو عیسائیت کی تبلیغ کے لیے درس دے رہا تھا، اسی دوران اس نے شاہ بلوط کے ایک درخت کو یہ ظاہر کرنے کے لیے گرا دیا کہ یہ مقدس نہیں ہے، اس درخت کے برابر میں صنوبر کا ایک درخت تھا، شاہ بلوط کا درخت جب گرا تو اتفاق سے صنوبر کا چھوٹا سا درخت اس سے بچ گیا راہب نے اس اتفاق کو معجزہ قرار دیتے ہوئے، اس درخت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درخت کا نام دے دیا۔ کرسمس کے روز صنوبر کے اس درخت کو تقریب کا حصہ بنا دیا گیا اور پھر 17ویں صدی عیسوی تک جرمنوں نے کرسمس ٹری کی اس روایت کو پورے یورپ میں پھیلا دیا۔ امریکہ میں 20 دسمبر 1821ء کو درخت کرسمس کا حصہ بنا۔

جرمنی اور ہمسایہ ممالک میں لوگ اس درخت کو اپنے گھروں میں نمایاں مقام پر نصب کرتے تھے اس کو رنگین کاغذوں، چھوٹے کھلونوں، کھانے پینے کی چیزوں اور موم بتیوں سے سجایا جاتا۔ جب لوگ دیگر ممالک کی طرف ہجرت کرتے تو وہ اپنے ساتھ درخت سجانے کی یہ روایت وہاں منتقل کرتے۔ اگرچہ ابتدائی زمانے میں درخت کو سجانے کے لیے مختلف چیزیں استعمال ہوتی تھیں لیکن 19 ویں صدی میں کرسمس کے درخت کو رسیوں کا رڈز، تصاویر، روئی (تاکہ درخت برف کا بنا نظر آسکے) اور مختلف سائز اور شکل کی ٹافیوں وغیرہ سے سجانے لگے۔ بعض اوقات موم بتیاں بھی اس سجاوٹ کا حصہ ہوتی تھیں لیکن آگ لگنے کے خدشے کے پیش نظر لوگ اس سے گریز کرتے تھے، بعدازاں برقی قمقموں سے یہ کمی پوری کر دی گئی۔ ابتدائی زمانے میں درخت کو سجانے کے لیے ہاتھوں سے بنا ہوا سامان استعمال ہوتا تھا جو کافی مہنگا پڑتا تھا۔

کرسمس کے درخت کو سجانے کے لیے امریکہ میں ''پاپ کارن'' بھی متعارف کرایا گیا۔ 1800ء میں شائع ہونے والی ایک کتاب ''گڈیز لیڈیز بک'' میں گھریلو خواتین کو کرسمس درخت کو سجانے کے لیے گھر پر سامان تیار کرنے کے طریقے بتائے گئے تھے۔

1850ء میں ایک جرمنی کمپنی نے کرسمس کے درخت کے لیے شیشے کے دانے بنانا شروع کیا تھا۔ انہوں نے ٹین کے تکونی دانے بھی متعارف کرائے تھے جس پر سنہری خول چڑھایا گیا تھا، اس دانے کو کرسمس کے درخت کی چوٹی پر نصب کیا جاتا ہے۔ شیشے سے تیار کی گئی آرائشی اشیاء برطانیہ میں پہلی مرتبہ 1870ء میں استعمال کی گئیں جبکہ شمالی امریکہ میں یہ اشیاء 1880ء میں پہنچ گئی تھیں۔ 1882ء میں شیشے کی آرائشی اشیاء کی جگہ برقی اشیاء نے لی۔ پہلی مرتبہ ایڈورڈ جانسن نے کرسمس کے درخت کو برقی قمقموں سے سجایا تھا اس نے 80 چھوٹے بلب استعمال کیے تھے۔ 1890ء میں برقی جھالر کثرت سے استعمال ہونے لگے جبکہ اگلی صدی میں کرسمس

درختوں کی سجاوٹ معمول بن گئی۔

کرسمس کی تاریخ میں اب تک دنیا کا سب سے بڑا کرسمس ٹری 23دسمبر 2003ء کو منظر عام پر آیا۔ یہ درخت تسمانیہ کی وادی اسٹاٹکس کے قدیم ترین جنگل میں تیار کیا گیا۔ 400 سال قدیم اور 84 میٹر (276فٹ) اونچے اس درخت کو کرسمس ٹری کے طور پر سجانے میں آسٹریلیا کے علاوہ جاپان اور کینیڈا کے رضا کاروں نے بھی حصہ لیا۔ یوکلپٹس کے اس درخت کو دیگر بہت سی چیزوں کے علاوہ شمسی توانائی سے جلنے والے 3 ہزار سے زائد بلبوں سے بھی سجایا گیا۔ اسٹاٹکس وادی جنوبی آسٹریلیا کے معروف شہر ہوبرٹ سے صرف 70 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس جنگل میں دنیا کے قدیم اور بلند ترین درخت پائے جاتے ہیں جن میں بیشتر 25 منزلہ عمارتوں سے بھی اونچے ہیں۔ ان درختوں میں سے بعض کی عمریں 400 سال سے زائد اور تنے کی موٹائی 5 میٹر سے بھی زیادہ ہے۔ دنیا میں آج تک اتنا بڑا کرسمس ٹری اور کہیں نہیں بنایا گیا۔

کرسمس کے دوران ''کرسمس ٹری'' کا تصور بھی جرمنوں ہی کا پیدا کردہ ہے۔ لوگ کرسمس کے دن حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا واقعہ نعوذ باللہ ڈرامے کی شکل میں پیش کرتے تھے۔ قبیلے کی کوئی لڑکی حضرت مریم علیہا السلام کا بہروپ بھرتی، کوئی ایک نوجوان حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بہروپ بھر کر اس کے پاس آتا اور اسے شادی کے بغیر ایک بچے کی نوید سناتا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی بے چینی اور پریشانی دکھائی جاتی، آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا سارا واقعہ سنایا جاتا اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور ان کے مصلوب ہونے کا قصہ دکھایا جاتا۔ اس واقعے کے دوران درخت کو حضرت مریم علیہا السلام کا ساتھی بنا کر پیش کیا جاتا، وہ اپنی ساری اداسی اور ساری تنہائی ایک درخت کے پاس بیٹھ کر گزار دیتیں۔ یہ درخت بھی اسٹیج پر مصنوعی طریقے سے لگایا جاتا تھا، اس زمانے میں عموماً زیتون کے درخت کی بڑی بڑی شاخیں کاٹ کر لائی جاتی تھیں اور پھر انہیں ایسی جگہ پر گاڑ دیا جاتا تھا جہاں لوگوں کے

سامنے ''اداکاروں'' نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دہرانا ہوتا تھا۔ جب یہ کھیل ختم ہو جاتا تو لوگ تبرک کے طور پر وہ شاخیں اکھیڑ کر گھر لے جاتے، ان شاخوں کو وہ کسی ایسی جگہ لگا دیتے جہاں ان کی نظریں ان پر اکثر پڑتی رہتیں۔ یہ لوگ ان شاخوں کو مختلف قسم کے دھاگوں سے سجاتے بھی رہتے تھے، یہ رسم آہستہ آہستہ ''کرسمس ٹری'' کی شکل اختیار کر گئی اور لوگوں نے اپنے اپنے گھروں میں اپنے کرسمس ٹری بنانے اور سجانے شروع کر دیئے۔ اس ارتقائی عمل کے دوران کسی ستم ظریف نے اس پر بچوں کے لیے تحائف بھی لٹکا دیئے، جس کے بعد یہ تحائف بھی کرسمس ٹری کا حصہ بن گئے جبکہ اس کرسمس ٹری اور کرسمس پر حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو سوانگ کی شکل دینے کی گنجائش خود عیسائی مذہب میں موجود نہیں لیکن یہ دونوں ''بدعتیں'' عیسائی مذہب میں شامل ہو چکی ہیں۔ آج پوری دنیا کے عیسائی کرسمس پر یہ دونوں حرکتیں کرتے ہیں۔

کرسمس ٹری کی بدعت انیسویں صدی تک جرمنی تک محدود رہی۔ 1847ء کو برطانوی ملکہ وکٹوریا کا خاوند جرمن گیا اور اسے کرسمس کا تہوار جرمنی میں منانا پڑا تو اس نے پہلی مرتبہ لوگوں کو کرسمس ٹری بناتے اور سجاتے دیکھا تو اسے یہ حرکت بہت بھا گئی لہٰذا وہ واپسی پر ایک ٹری (درخت) ساتھ لے آیا، اس نے یہ درخت ملکہ کو دکھایا، ملکہ نے بھی اسے پسند کیا۔ یوں 1848ء میں سرکاری سرپرستی میں لندن میں پہلی بار کرسمس ٹری بنوایا گیا۔ یہ ایک دیوہیکل کرسمس ٹری تھا جو شاہی محل کے باہر بنوایا گیا تھا۔ 25 دسمبر 1848ء کو پورے برطانیہ سے لاکھوں لوگ یہ ''درخت'' دیکھنے لندن آئے اور اسے دیکھ کر گھنٹوں تالیاں بجاتے رہے۔ وہ دن اور آج کا دن اب تک برطانیہ میں ہر کرسمس پر تمام گھروں میں کرسمس ٹری بنائے جاتے ہیں۔ اس وقت صرف برطانیہ میں دسمبر میں 70 لاکھ کرسمس ٹری بنائے جاتے ہیں جن پر 150 ملین پونڈ خرچ آتا ہے جبکہ ان پر 200 ملین پونڈ کے بلب اور چھوٹی ٹیوب لائٹس بھی نصب کی جاتی ہیں۔ ایک سروے کے مطابق برطانیہ میں ہر کرسمس ٹری پر روزانہ سوا تین پ

کی بجلی جلائی جاتی ہے، یہ بجلی تقریباً پورا مہینہ جلائی جاتی ہے۔ یوں صرف ایک ٹری پر ہزار پونڈ یعنی ایک لاکھ روپے کی بجلی جلتی ہے۔ اب خود اندازہ کیجئے صرف برطانوی شہری ہر کرسمس پر کتنی بجلی اضافی خرچ کرتے ہیں؟

کرسمس ٹری کا جنگل

امریکی ریاست نارتھ کیرولینا کے دریائے نرلیسر کے دونوں اطراف دور تک پھیلے پہاڑوں پر ہرے بھرے صنوبر کے درخت عجیب بہار دیتے ہیں ان درختوں کی دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی بہت زیادہ بڑا نہیں حالانکہ ان پہاڑوں پر 5 کروڑ سے زائد مختلف اقسام کے صنوبری درخت ہیں، اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ان درختوں کو باقاعدہ اُگایا گیا ہے ان کی دیکھ بھال ہوتی ہے انہیں کیڑوں سے بچانے کے لیے اسپرے کیے جاتے ہیں یہاں تک کہ دسمبر کا مہینہ آجاتا ہے۔ یہ مہینہ مصنوعی طور پر اگائے گئے صنوبر کے اس جنگل میں ایک ہلچل لے کر آتا ہے۔ بڑے بڑے ٹرک اس جنگل کا رخ کرتے ہیں، صنوبر کے درختوں کو بڑی احتیاط سے کاٹ کر ان ٹرکوں پر لادا جاتا ہے اور انہیں امریکہ بھر میں بڑے بڑے سپر اسٹورز پر سجا دیا جاتا ہے۔ بڑی احتیاط سے انہیں سجانے کے بعد یہ صنوبر کے درخت ''کرسمس ٹری'' کہلاتے ہیں۔ جنہیں خریدنے کے لیے امریکی پاگل پن کی حد تک دیوانگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نارتھ کیرولینا میں صنوبر کے درخت لگانے کی انڈسٹری ایک ارب ڈالر پر محیط ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی فروخت کس پیمانے پر ہوتی ہے۔ نارتھ کیرولینا امریکہ میں کرسمس کے قدرتی درخت فراہم کرنے والی دوسری سب سے بڑی ریاست ہے۔ یہاں لوگوں میں مصنوعی کرسمس ٹری خریدنے کے بجائے صنوبر کے جنگلی درخت سے بنے کرسمس ٹری خریدنے کا رجحان زور پکڑتا جا رہا ہے اور یہ صرف امریکہ ہی میں نہیں بلکہ یورپ بھر میں قدرتی صنوبر کے درخت کا کرسمس ٹری خریدنے کا رجحان روز افزوں ترقی پر ہے۔

صنوبر کے جنگل اُگانا یقیناً کسی فرد کے بس کا کام نہیں ہے، اس کے لیے بڑی بڑی کمپنیاں سرمایہ کاری کرتی ہیں۔

نارتھ کیرولینا میں صنوبر کے یہ درخت قدرتی طور پر نہیں پائے جاتے بلکہ انہیں 1960ء میں دنیا بھر سے زمین کی مناسبت سے یہاں لا کر پیوند کیا گیا لیکن ان درختوں کے ساتھ ایک وائرس بھی ساتھ چلا آیا۔ یہ وائرس ایک درخت سے دوسرے درخت پر پھیلتا ہے اور درختوں کی جڑوں پر حملہ آور ہو کر اسے مردہ کر دیتا ہے۔ 2004ء کا سیزن بہت ہی بُرا ثابت ہوا اس سال 7 بڑے طوفان و آندھیاں آئیں ان آندھیوں نے اس وائرس کو پھیلانے میں موثر کردار ادا کیا اور نتیجتاً صنوبر کے کاشتکاروں کو بھاری خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ کرسمس ٹری کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر کرسمس میں امریکی تقریباً 2 ارب ڈالر کے کرسمس ٹری خریدتے ہیں۔

صنوبر کے درخت بطور کرسمس ٹری اُگانا صرف امریکہ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ برطانیہ سمیت پورے یورپ تک دراز ہے۔ لندن سے 50 کلومیٹر دور اترشاؤ نامی علاقے میں رابرٹ منڈرے تین بڑے صنوبر فارم ہاؤس کا مالک ہے۔ دسمبر کے مہینے میں جب کوئی اس سے ملنے جاتا ہے تو وہ مسکرا کر کہتا ہے "میں پیش گوئی کرسکتا ہوں۔ اب دیکھو مجھے پتہ ہے کہ تم کیوں آئے ہو؟ کرسمس ٹری خریدنا ہے نا" اپنے سوا ایکڑ کے فارم کے آخر میں صنوبر کے کرسمس ٹریز کے ڈھیر کے درمیان وہ کہتا ہے: یہ فارم 60 سال قبل میرے والد نے لگایا تھا، میں سارا سال ان درختوں کی جڑیں کھودنے، انہیں گلہریوں، چوہوں اور دیگر وائرس سے بچانے میں لگاتا ہوں اور اس کی ساری وصولی اس ایک مہینے میں ہو جاتی ہے۔

لندن میں صنوبر کے کرسمس ٹری پر تحقیق کرنے والوں کا کہنا ہے کہ ہر سال تین فیصد کے حساب سے قدرتی کرسمس ٹری کی مارکیٹ بڑھ رہی ہے۔

سانتا کلاز

کرسمس کی تقریبات میں تحفے دینا عیسائیوں کے ہاں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔فرضی کردار سانتا کلاز جو بچوں کے لیے تحفے لاتا ہے چوتھی صدی کے ایک بشپ سینٹ نکولاس سے ماخوذ ہے۔شمالی امریکہ میں انگریزوں نے اسے کرسمس کی تقریبات کا حصہ بنا دیا اور سینٹ نکولاس سانتا کلاز بن گیا۔اینگلوامریکن روایات میں یہ ہنس مکھ شخصیت برف گاڑی کھینچتے ہوئے چمنی کے ذریعے گھر کے اندر داخل ہوتا ہے اور بچوں کے لیے تحائف چھوڑ کر وہاں سے اپنا کھانا کھا کر چلا جاتا ہے۔وہ پورے سال بچوں کے لیے کھولنے اور دیگر تحفوں کی فہرست بناتے ہوئے گزارتا ہے۔فرانس میں بھی سانتا کلاز کا یہی تصور ہے۔فرانسیسیوں کا خیال ہے کہ کوکا کولا کمرشل سانتا کلاز کے سرخ وسفید لباس سے متاثر ہوکر بنایا گیا ہے جو 1930ء میں پوری دنیا میں پھیل گیا۔ کچھ حلقوں کے خیال میں سانتا کلاز کھلونوں کی دکان پر کام کرتا ہے اور سارا سال کھلونے تیار کرتے ہیں۔ کچھ کا خیال ہے کہ اس نے مسز کلاز کے ساتھ شادی کی ہے۔شمالی امریکہ اور برطانیہ میں سانتا کلاز کے نام سے ایک شاپنگ مال ہے جہاں بچے جا کر تحائف طلب کرتے ہیں۔ بہت سے ممالک میں بچے خالی کنٹینر رکھتے ہیں تاکہ سانتا کلاز اس میں کھلونے ، ٹافیاں یا پھل وغیرہ رکھ دیں۔ امریکہ میں بچے کرسمس کے موقع پر خالی چیزیں آتش دان میں رکھتے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ سانتا کلاز چمنی کے راستے تحائف لے کر آتا ہے۔بعض ممالک میں بچے کرسمس کی رات کو اپنے جوتے اتار کر رکھتے ہیں تاکہ سانتا کلاز اس میں تحفے رکھ دیں۔ دراصل یہ سب بچوں کو بہلانے اور خوش کرنے کے لیے قائم کیے گئے مفروضے ہیں۔ بچوں کو تحائف سانتا کلاز نہیں بلکہ ان کے خاندان والے دیتے ہیں مگر وہ اپنے بچوں کو بتاتے ہیں کہ یہ تحائف ان کے لیے سانتا کلاز لے کر آیا ہے۔

سانتا کلاز یا کرسمس بابا

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''سانتا کلاز'' کا نام سینٹ نیکلا وَس تھا جو کہ چوتھی صدی میں ترکی میں پیدا ہوا۔ اس کی زندگی مسیح کے لیے مخصوص تھی، وہ فیاض دل شخص تھا جو غرباء اور خاص کر بچوں کی مدد کرنے میں مشہور تھا۔ وقت کے رومی حکمران اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے اسے قید میں ڈال دیا اور اذیت پہنچائی لیکن جب بادشاہ روم کانسٹنٹائن 312ء میں مسیحی ہوگیا تو اس نے سینٹ نیکلا وَس کو قید سے آزاد کر دیا۔ بادشاہ کی طرف سے 325ء میں کلیسیا کی بلائی گئی نیکائیہ کی کانفرنس میں سینٹ نیکلا وَس نے بھی نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی اور بچوں کے لیے اس کی محبت میں مزید اضافہ ہوا۔ آج اسے سسلی، یونان، روس میں ملاحوں اور بچوں کا سرپرست سینٹ سمجھا جاتا ہے۔ ہالینڈ نے بالخصوص سانتا کلاز کی روایت کو زندہ رکھا جہاں بچے کرسمس کی رات لکڑی کے بڑے بڑے جوتوں کو آتشدان کے قریب اس امید پر رکھ دیتے تھے کہ کرسمس کے دن سانتا کلاز انہیں کھانے کی اشیاء اور تحائف سے بھر دے گا۔ 1822ء میں ایک شاعر کلیمنٹ سی مور نے ''کرسمس سے پہلے کی رات'' میں ''سینٹ نک کی طرف سے ایک وزٹ'' کے عنوان سے سانتا کلاز پر نظم لکھی اور سرخ لباس میں ملبوس ایک موٹے اور خوش باش شخص کا جدید تصور متعارف کروایا جو آج پوری دنیا میں رائج ہے۔

آج کل عیسائی دنیا کرسمس سے پہلے چار اتوار مسیح کی پہلی آمد کی خوشی منانے کی تیاری میں مخصوص کرتی اور مناتی ہے۔ آمد کے ان چار اتواروں پر دنیا بھر میں گرجا گھروں میں پادری اور فادر صاحبان مسیح کی پیدائش سے متعلق مختلف پہلوؤں اور بھیدوں پر وعظ دیتے ہیں، اور کلیساء کو کرسمس کی حقیقی برکات، خوشی اور شکر گزاری کے لیے تیار کرتے ہیں۔ عملی طور پر نومبر کے مہینے ہی سے گرجا گھروں میں مخصوص پروگراموں کا انعقاد شروع ہو جاتا ہے۔

گرجا گھروں مین کرسمس کے موضوع پر موسیقی کے پروگرام منعقد کیے جاتے

ہیں، جن میں مسیحی (خاص طور پر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں) کرسمس کے حوالے سے تیار کیے گئے نئے گیت پیش کرتے ہیں۔ سب سے اچھے گیت پیش کرنے والوں کو انعامات (شیلڈز، کپس اور سرٹیفکیٹ) سے نواز کر ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

گرجا گھروں میں کینڈل لائٹ سروس (عبادت) کی جاتی ہے۔ یہ عبادت موم بتیوں اور چراغوں کی روشنی میں کی جاتی ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک یہ عبادت روحانیت کو اُجاگر کرتی ہے۔ عبادت گاہوں میں چراغوں اور شمعوں کا استعمال عبادات اور عبادت گاہوں کے حسن و آرائش کو دوبالا کرنے، خوشی کے احساسات کا اظہار کرنے، خداوند کی موجودگی اور پاکیزگی کے لیے کیا جاتا ہے۔ کینڈل لائٹ سروس کا پیغام یہ ہے کہ مسیح کی پیدائش سے ہر طرح کے گناہ کے سائے اور اندھیرے ختم ہو گئے ہیں۔

✽ ✽ ✽

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش آپ کی تعلیم و تربیت اور وفات کے مستند حوالہ جات کہیں نہیں ملتے، آج کی تحقیقات اور ریسرچ کا زیادہ تر ماخذ عہدنامہ جدید ہے یا اس کے علاوہ دوسری تحریرات میں انسائیکلوپیڈیا طرز کی کتب میں بھی زیادہ تر عہدنامہ جدید کے حوالوں سے بات کہی گئی ہے۔

انجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کے بارے میں بالکل خاموش ہے۔ اس کے مصنفین نے ایسی علامات، بہرحال بیان کی ہیں جن سے ان کی پیدائش کا سال اور عہد تو متعین ہو جاتا ہے لیکن تاریخ کے بارے میں کوئی واضح اشارہ نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی دنیا آج تک ان کی تاریخ پیدائش پر متفق نہیں ہوسکی، اور جن تاریخوں پر یوم ولادت منایا جاتا رہا، ان کے انتخاب کی بھی کوئی ٹھوس دلیل پیش نہیں کی جاتی۔ ہمارے خیال میں ایسے قرآئن موجود ہیں جن سے تقریباً یقینی طور پر واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش 25 دسمبر نہیں ہے۔ یہ شواہد قرآن اور تاریخ کے علاوہ خود بائبل میں بھی موجود ہیں۔

کیا عیسیٰ علیہ السلام 25 دسمبر کو پیدا ہوئے؟

بائبل میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا واقعہ متی اور لوقا کی اناجیل میں قدرے تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ لوقا کا درجہ ذیل بیان خاص طور سے اہم ہے:

"ان دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اوگوستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ یہ پہلی اسم نویسی سوریہ کے حاکم کورینس کے عہد میں ہوئی اور سب لوگ اپنے نام لکھوانے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پس یوسف بھی گلیل کے شہر

ناصرہ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا، جو یہودیہ میں ہے، اس لیے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا، تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا اور اس کا پہلوٹھا بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا، کیونکہ ان کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔

اس علاقے میں چرواہے تھے، جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلے کی نگہبانی کر رہے تھے اور خداوند کا فرشتہ ان کے پاس آ کھڑا ہوا اور خداوند کا جلال ان کے چوگرد چمکا اور وہ نہایت ڈر گئے۔" (لوقا 2:1-10)

بائبل کا یہ بیان اس لحاظ سے توجہ طلب ہے کہ فلسطین اور اس کے ارد گرد کے علاقے میں سردیوں کا موسم شدید بارشوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ اسی لیے جغرافیہ دان ان تمام ممالک کو موسم سرما کی برسات کے علاقے (Winter Rain Areas) قرار دیتے ہیں یا بحیرہ رومی موسم کے خطے (Mediterranean Climate Region) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، کیونکہ یہ علاقے بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہیں۔ بارشوں میں جانوروں کو رات بھر کھلے آسمان تلے رکھنا انتہائی نامناسب بات ہے۔ اس دور میں گلہ بانی کا پیشہ اس علاقے کے لوگوں کی زندگی کا حصہ تھا جس پر ان کی گزر اوقات تھی اور وہ اس معاملے میں تساہل نہیں برت سکتے تھے۔ اس لیے سردیوں میں چرواہے اپنے جانوروں کو کھلے میدان میں نہیں بلکہ حفاظت سے کسی چھت کے نیچے رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایک دو چرواہے تو شاید یہ غلطی کر لیتے، لیکن لوقا کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دو کا ذکر نہیں کر رہا۔ برناباس کی انجیل (باب 4) سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس علاقے میں تمام پہاڑوں پر گلے اسی طرح کھلے آسمان تلے پھیلے ہوئے تھے۔ لوقا اور برناباس دونوں کی گواہی یہ ہے کہ دراصل ابتداً انہیں چرواہوں نے آسمان پر چمکنے والی روشنی اور فرشتوں کے اعلان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خبر پائی اور سارے بیت لحم میں اس کی منادی کی۔ چنانچہ یہ باتیں اس امر کی صراحت کرتی ہیں کہ ان کی ولادت 25 دسمبر کو نہیں ہوئی۔

قرآن کے بیان کے مطابق تو ولادت مسیح کے لیے 25 دسمبر کی تاریخ بالکل ہی نامناسب ہے۔ سورۂ مریم میں اس واقع کی تفصیل ہمیں اس طرح ملتی ہے۔

فحملته فانتبذت به مکانا قصیا فاجاء ها المخاض الی جزع النخلة قالت یلیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیا منسیا فنادھا من تحتها الا تحزنی قد جعل ربک تحتک سویا وھزی الیک بجزع النخلة تسقط علیک رطبا جنیاه فکلی واشربی وقری عینا (مریم :20 تا 26)

"پس اس نے (یعنی مریم علیہا السلام نے) اس کا حمل اٹھا لیا اور وہ اس کو لے کر ایک دور کے مقام کو چلی گئی۔ بالآخر یہ ہوا کہ درد زہ اس کو کھجور کے تنے کے پاس لے گیا۔ اس وقت اس نے کہا، اے کاش میں اس سے پہلے ہی مر کھپ کے بھولی بسری چیز ہو چکی ہوتی۔ پس (کھجور کے) نیچے سے فرشتے نے اس کو آواز دی کہ مغموم نہ ہو تمہارے پاؤں سے تمہارے پروردگار نے ایک چشمہ جاری کر رکھا ہے اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تم پر تروتازہ خرمے جھڑیں گے، پس کھاؤ پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔"

ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کھجوروں کے پکنے کا موسم تھا۔ فلسطین میں کھجوریں جون یا جولائی کے مہینے میں تیار ہوتی ہیں اور لگتا ہے کہ انہیں مہینوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہوگی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا وجود ہی نہ تھا

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا بیان ہے۔

حضرت مسیح کی پیدائش اور بچپن کے بارے میں مرقس اور نہ ہی یوحنا نے کسی قسم کی کوئی معلومات Data بہم پہنچائی ہیں۔ دونوں نے اپنے اندراجات بیان کو ابتدائی سالوں کے مختصر واقعات سے شروع کیا۔[1] تہذیب یورپ کو تین نامور امریکی اہل قلم

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد 1 صفحہ 116

نے لکھا ہے اور جو تقریباً 500 کتابوں سے اخذ شدہ تہذیبی معلومات کا ایک شان دار ریکارڈ ہے۔اس کا ترجمہ غلام رسول مہر نے کیا ہے۔اس میں لکھا ہے کہ:

''انیسویں صدی کے فرانسیسی مصنف اناطول فرانسیس (یہ فرانس کا مشہور صاحب قلم تھا) کو مسیحیت ناپسند تھی۔فرانسیسی مصنف کے کینہ سے محض یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی کے متعلق تاریخی دستاویزات ناپید ہیں۔ یہودی عہد نامہ قدیم کو لفظاً لفظاً درست سمجھتے ہیں۔ یہی کیفیت ''عہد نامہ جدید'' کے متعلق نصاریٰ کی ہے، اگر یہ کتابیں خدا کی طرف سے الہامی الفاظ کا مجموعہ ہیں تو کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اگر عہد نامہ جدید کو اس کی موجودہ صورت میں دورِ حاضر کے اسی طور طریقہ پر پرکھا جائے جن کے متعلق لامذہبی رسائل سے حاصل کردہ دستاویزوں کو پرکھا جاتا ہے تو ماہرین فن کی متفقہ رائے یہ ہے کہ متفق علیہ اناجیل (Synoptioc Gospels) کو بھی حضرت مسیح کی زندگی کے متعلق معاصر دستاویز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ①

گویا متفق علیہ اناجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر واضح روشنی نہیں ڈال سکتیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا بیان ہے کہ انیسویں صدی کے آخر کے ناقدین کہتے ہیں کہ یسوع سرے سے کبھی نہیں رہا۔ یسوع کی کہانی مکمل طور پر عیسائیوں کی محنت سے تیار کیا ہوا قصہ ہے جو خدا کے بارے میں ہے کہ تھوڑے عرصہ کے لیے وہ اپنی اصل شکل میں زمین پر نمودار ہوا۔ ②

بعض محققین لکھتے ہیں کہ ''اب سمجھا جانے لگا ہے کہ حضرت مسیح 6 ق م اور 4 ق م کے درمیان پیدا ہوئے۔ انہیں غالباً 29ء کے قریب یروشلم میں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودی پیدا ہوئے، یہودی رہے اور یہودی مذہب کے

---

① تہذیب یورپ جلد اول برنٹن صفحہ 173

② انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا جلد 12 صفحہ 1015 مقالہ جیس کرائسٹ

تمہ کی تبلیغ کرتے رہے۔

یہ تو تھے آپ کی ذات گرامی کے متعلق چند تجزیئے۔ اس کے علاوہ آپ کی تعلیمات کے بارے میں بھی کوئی ٹھوس یقینی اور واضح نقشہ نہیں ہے۔ برنٹن لکھتا ہے کہ ''حضرت مسیح علیہ السلام کیا تعلیم دیتے تھے اور دعوت کے چند برسوں میں ان کا کیا پیغام رہا تاریخ اس کا صحیح فیصلہ نہیں کرسکتی۔''①

اب صرف اناجیل اربعہ ہی وہ ذریعہ ہوسکتی ہیں جن سے حضرت مسیح کی پیدائش وغیرہ کے واقعات معلوم ہوں۔ ان اناجیل میں بھی صرف انجیل متی اور انجیل لوقا میں حضرت مسیح کی معجزانہ ولادت کا بیان ہے باقی دو نے اس سے بھی صرف نظر کیا ہے۔

ہم یہاں دونوں انجیلوں کی عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ دونوں انجیلوں کا اختلاف واضح ہو جائے۔

پیدائش مسیح

انجیل متی میں آپ کی پیدائش کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

''یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ ''روح القدس'' کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیوں کہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی طرف سے ہے اس کے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا۔ کیوں کہ وہ اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہوگا۔''

---

① تہذیب یورپ جلد اول برنٹن صفحہ 175

دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔"①

② انجیل لوقا میں اسی پیدائش کے واقعہ کو اس طرح لکھا گیا ہے۔

"چھٹے مہینے میں جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نامی سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا اور فرشتے نے اس کے پاس آکر کہا "سلام تجھ کو کہ جس پر فضل ہوا ہے۔ خداوند تیرے ساتھ ہے۔" وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔ فرشتہ نے اس سے کہا کہ اے مریم! "خوف نہ کر کیوں کہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگئی اور تیرے بیٹا ہوگا، اس کا نام یسوع رکھنا، وہ بزرگ ہوگا اور خداتعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا اور وہ یعقوب کے گھرانا پر ابد تک بادشاہی کرے گا اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔"②

پیدائش کے واقعہ ہی میں اتنا اختلاف ان دو انجیلوں میں ہے، حالانکہ ایسے اختلافات سے "الہامی کتب" کو بالکل پاک ہونا چاہیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر حالات

بہرحال ان اناجیل کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعات کچھ اس طرح ترتیب پاتے ہیں۔

یوسف کے ہاں بیت اللحم میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور فرشتہ کی ہدایت پر یوسف بیوی اور بچہ کو لے کر مصر چلا گیا۔ اس اثناء میں یہودیہ (شام) کا بادشاہ ہیروڈاٹس (Horudutts) مرگیا تو یہ گلیل کے علاقہ میں واقع ناصرہ نامی ایک شہر میں آگئے۔

---

① انجیل متی: 18-23 ② انجیل لوقا: 26-34

ایک مرتبہ ان کے ماں باپ حسب معمول عید فسح کے موقع پر یروشلم گئے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ بارہ برس کے تھے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں جب اسرائیلیوں نے فرعون مصر سے نجات پانے کے لیے خروج کیا تھا ''عید فسح'' اس کی یاد میں 15اور 15اپریل کو مناتے ہیں) جب وہ عید فسح'' کے بعد واپس ہوئے تو حضرت عیسیٰ یروشلم میں رہ گئے۔ ان کے ''ماں باپ'' دونوں کو خبر تک نہیں ہوئی۔ ایک منزل دور چلے جانے کے بعد انہیں احساس ہوا وہ حضرت عیسیٰ کو تلاش کرنے لگے مگر وہ نہ ملے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ واپس یروشلم پہنچے۔ تین دن کے بعد دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ہیکل میں استادوں کے درمیان بیٹھے ان سے سوال و جواب کر رہے ہیں۔ پھر وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ناصرہ واپس ہوئے 30 سال کی عمر میں انہوں نے یوحنا (جان) یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بتپسمہ لیا۔ ①

پولوس (پال) Pall

حواریوں کا ذکر آپ نے پچھلے صفحات پر پڑھا۔ اب جو شخصیت زیر بحث ہے وہ پال یا پولوس ہے۔ یہ اصل میں حواری نہ تھا بلکہ اس کے برعکس یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کا سخت ترین دشمن تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہونے کے باوجود اس نے آپ سے کبھی ملاقات نہیں کی۔ وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ یسوع ناصری کے نام کی مخالفت کرنا، عیسائیوں کو قید خانوں میں ڈلوا دینا اور قتل کرا دینا، اس کی دھن تھی بلکہ دوسرے شہروں میں بھی جا کر انہیں ستاتا تھا اور ان سے کفر کہلواتا تھا۔ ②

پھر اچانک پال پر بقول اس کے مسیح کی تجلی ہوئی۔ وہ تین دن نابینا رہا اور پھر فوراً عبادت خانوں میں یسوع کی منادی کرنے لگا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ (قابل غور بات یہ ہے کہ بینائی کی بحالی کے فوراً بعد ہی پولوس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بیٹا ہونے کا اعلان کرتا ہے، اس سے پہلے کسی بھی حواری نے ایسا نہیں

---

① انجیل لوقا: باب 3-233

② انجیل برنباس مطبوعہ کراچی باب 1 صفحہ 1

کیا تھا) چند دنوں میں ہی وہ اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل حواریوں تک کو خاطر میں نہیں لاتا تھا بلکہ ان کی مخالفت کرتا ان پر ملامت کرتا اور ان کو ریاکار تک بتلاتا۔[1]

پال ایمان لانے کے بعد دمشق کے جنوبی حصہ میں چلا گیا۔ وہ خود اپنے ایک خط میں اس کا ذکر کرتا ہے اور نہ یروشلم میں ان کے پاس گیا جو مجھ سے پہلے رسول تھے بلکہ فوراً عرب چلا گیا۔ پھر وہاں سے دمشق کو واپس آیا۔

حالانکہ عام قاعدہ ہے کہ ہر نیا شاگرد پرانے اور قدیم شاگردوں میں زیادہ سے زیادہ وقت لگاتا ہے تاکہ ان کے ذریعہ استاد کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو۔ پرانے شاگرد موجود تھے جنہوں نے براہ راست حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فیض حاصل کیا تھا اور ان کی تعلیمات کو سمجھا تھا، لیکن یہ نیا شاگرد ان سب سے دور چلا گیا۔ آخر کیوں؟

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا یہ اقتباس خاص طور پر قابل غور ہے۔

''اس کے عیسائی بننے کے فوراً بعد کی مدت کے متعلق بہت کم معلومات ہیں بجز اس کے کہ اس نے تین سال کا کچھ حصہ دمشق اور کچھ جنوب مشرقی عرب میں گزارا...... یہ خاموش سال تشکیل دینے والے' سال تھے۔ جب اس نے نئے عقیدہ پر بہت گہرائی سے غور کیا اور تعلیمات و تبلیغ میں سیر حاصل تجربہ حاصل کیا۔[2]

ان خاموش تین سالوں میں اس نے شریعت عیسوی کے مقام کی نئی تشکیل کے متعلق غور وفکر کیا، اسی لیے تو انہیں تشکیل دینے والے سال قرار دیا گیا ہے۔ وہ تشکیل وتعبیر کیا تھی؟ کیسی تھی؟ اصلی تعلیمات مسیح سے اس کا کیا اور کتنا تعلق تھا؟ اس کو حتی نے یوں بیان کیا ہے۔

''ان ابتدائی مصنفوں (پولوس رسول اور مسیحی پادری) نے مسیحیت کو یونانیت کا پروانہ دے کر اسے عالم گیر اشاعت کے قابل بنا دیا۔ پولیوس رسول یونانی فلسفہ اور زبان جانتا تھا۔ اس نے فلسفیانہ ترکیبیں اور اصطلاحیں استعمال کیں...... اور پرانے

---

① اعمال 119-21

② انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد 17 صفحہ 270 مقالہ پال

مذہبوں سے مختلف نکات لیے، جس سے مسیحیت پر یونانی رنگ چڑھ گیا۔''①

اس طرح پولوس نے اصلی مسیحی تعلیمات کو مسخ کر دیا۔ اس نے ان تعلیمات میں یونانی فلسفے اور پرانے مذہبوں کے مختلف نظریات کی آمیزش کر دی۔

اصل بات یہ ہے کہ پولیوس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کی تعلیمات سے بالکل مختلف ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ فائلو (Philo) سے بھی واقف تھا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کی رائے میں نئ تشکیل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس کو سکون کی ضرورت تھی۔ حتی کہتا ہے کہ وہ یونانی فلسفہ اور ترکیبیں بھی جانتا تھا۔ اس نے پرانے مذہبوں کے مختلف نکتے بھی لیے۔

ارنسٹ اوھاسر (Earnest O,Hauser) ''دین عیسویت'' کی اصلی تعلیمات کو اس طرح مسخ کرنے پر پولوس کی کوششوں کو یوں سراہتا ہے۔ ''اگر اتنے دانشمند اور دوراندیش انسان کا ساتھ نہ ہوتا تو عیسائی عقیدہ ایک چھوٹے عبرانی فرقہ میں محدود رہتا۔''②

گویا اصلی تعلیمات کا مسخ ہونا کوئی اہم بات نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اصلی عیسائی تعلیمات پر یونانیت کا رنگ چڑھا کر اسے عالمگیر اشاعت کے قابل بنا دیا گیا۔ چنانچہ پولوس تین سال تک مکمل غور و فکر کرنے کے بعد یروشلم پہنچا۔ رفتہ رفتہ اپنی تعلیمات کا اظہار کرتا رہا جس کی وجہ سے اسے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ پطرس اور برناباس کی وجہ سے سچے عیسائیوں کا ایک بڑا گروہ پولوس سے برگشتہ ہو گیا تھا۔

پولوس نے انطاکیہ سے ایک خط گلتیوں کے نام لکھا جو علاقہ گلتیہ کی طرف منسوب ہے۔ یہ ان چودہ خطوط میں سے ایک خط ہے جو عہد نامہ جدید میں شامل ہے۔ اس خط میں اس نے اپنے افکار و نظریات کا خوب کھل کر اعلان کیا۔ اس خط میں وہ بڑے غضب اور تیزی میں نظر آتا ہے۔ اپنے مخالفوں کو ملعون قرار دیتا ہے۔ اسی میں وہ واضح کرتا ہے کہ دین عیسوی کی تعلیم اسے براہ راست بذریعہ وحی حاصل

① تاریخ شام حتی صفحہ 265

② ریڈرس ڈائجسٹ ماہ اکتوبر 66

ہوئی ہے...... کتاب اعمال میں لکھا ہے (یہ کتاب اس کے ایک شاگرد کی تحریر کی ہوئی ہے) کہ فیس تس نے بڑی آواز سے کہا۔ ''اے پولیوس! تو دیوانہ ہے، بہت علم نے تجھے دیوانہ کر دیا ہے۔'' (اعمال 26=24-25)صرف علم ہی نہیں بلکہ پولوس کے اندر سوچ سمجھ اور فہم و ادراک کی بھی زبردست قوت تھی...... دوسرے لوگوں کی ضرورتوں کو سراہنے کا جذبہ بھی تھا اور موقعہ ومحل کے لحاظ سے خود کو اس کے مطابق ڈھالنے کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ یہ تین سال تنہائی میں رہ کر اس نے شریعت کی نئی تعبیر ڈھونڈی، پھر اس کو عام کرنے کے لیے عجیب عجیب ہتھکنڈے استعمال کیے۔ خود کہتا ہے کہ ''میں یہودیوں کے لیے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت تھے، میں ان کے لیے شریعت کے ماتحت ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں، اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔'' (کرنتھوں 9-20-21) ''یعنی وہ نہ یہودی تھا نہ شریعت کے ماتحت تھا بلکہ لوگوں کو اپنے مسلک میں داخل کرنے کے لیے یہ سب کچھ بنتا رہا۔

ابتداء میں لوگ اس کی تعلیمات کو صحیح نہیں جانتے تھے چنانچہ کتاب اعمال میں ہے کہ ''اے اسرائیلیو! مدد کرو، یہ وہی آدمی ہے جو ہر جگہ سب آدمیوں کو امت اور شریعت اور اس کے مقام کے خلاف تعلیم دیتا ہے بلکہ اس نے یونانیوں کو بھی ہیکل میں لا کر اس پاک مقام کو ناپاک کیا۔ (اعمال 21=29-28)

وہ کیا تعلیم دیتا تھا۔ نمونہ ملاحظہ فرمایئے...... ''اور فوراً عبادت خانوں میں یسوع کی منادی کرنے لگا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔'' (اعمال 9=20-19) اس سے آگے بڑھ کر اس نے دعویٰ کیا کہ مسیح مجھ میں بولتا ہے وہ تمہارے واسطے کمزور نہیں بلکہ تم میں زور آور ہے، ہاں وہ کمزوری کے سبب مصلوب کیا گیا۔ (اعمال 13=4-3) جب کچھ لوگوں نے یہ تسلیم کر لیا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اور اب میں زندہ نہیں رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے۔ حالانکہ اس نے زندگی میں مسیح سے ملاقات تک نہ کی تھی بلکہ ان کے پیروکاروں کا جانی دشمن تھا۔ پھر یہ مسیح کے ساتھ مصلوب

کیسے ہو گیا۔

نیا دین مسیح:

''اے بھائیو! میں تمہیں جتائے دیتا ہوں کہ جو خوشخبری میں نے سنائی وہ انسان کی سی نہیں۔ کیونکہ وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سکھائی گئی۔ بلکہ یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا'' (گلتیوں باب 1= 11-12)

پال نے خود ہی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اس کے جھوٹ سے خدا کا جلال اور زیادہ ہوتا ہے تو اسے کیوں گنہگار سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس نے ایک عجیب و غریب فلسفہ ایجاد کیا کہ برائی زیادہ سے زیادہ کرو تا کہ بھلائی پیدا ہو۔ ''اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر مجھ پر گنہگار کی طرح کیوں حکم دیا جاتا ہے؟ ہم برائی، کیوں نہ کریں تا کہ بھلائی پیدا ہو۔'' (رومیوں 3=7)

یہ گویا نئے دین کے متعلق اس کا اظہار خیال تھا۔ اگر عہد نامہ جدید غور سے دیکھا جائے تو ہر سمجھ رکھنے والے غیر جانبدار شخص پر حتمی طور پر واضح ہو جائے گا کہ پولیوس نے حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے سراسر منافی و متضاد ایک ایسا مذہب پیش کیا جو یونانیوں، رومیوں، مصریوں اور آشوریوں کے عقائد کے مقابل زیادہ سہل تھا اور بہت آسانی سے قابل قبول تھا۔

وہ یونانی یہودی تھا۔ فلسفہ یونان و روم پر دسترس رکھتا تھا۔ اس زمانے میں رومی حکومت تھی اور رومی حکومت یونانی تہذیب کی جانشین تھی۔ جس میں مظاہر پرستی کو بہت غلبہ تھا۔ پولیوس کی تعلیمات میں مظاہر پرستی کا کوئی عمل دخل ہے۔ اس کے علاوہ پولیوس نے غیر یہودیوں یعنی جنٹائلز کے لیے یروشلم میں دوسرے حواریوں کے ساتھ مشورہ کر کے یہ طے کرا لیا تھا کہ انہیں شریعت موسوی کے احکام کا سختی سے مکلف نہ بنایا جائے۔ انہیں ختنہ نہ کرانے اور سور کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی حتیٰ خود اعتراف کرتا ہے۔ ''غرض پولوس نے ایسی رہنمائی کا انتظام کر دیا تھا جس سے مسیحیت اور یونانی حضارت (تمدن) کے درمیان مصالحت ہوگئی۔ مسیحیت پر یونانی رنگ چڑھ

گیا اور وہ رومیوں اور یونانیوں کے لیے خوشگوار بن گئی۔ (تاریخ شام حتی صفحہ 265)

ابتداء میں جب پولوس نے اپنے نظریات کو واضح طور پر بیان نہیں کیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اس کے ساتھ تھے۔ اس کے ساتھ سفر بھی کرتے تھے۔ تبلیغ اور کلیساؤں کے قیام میں بھی اس سے رفاقت کرتے تھے لیکن جیسے ہی انہوں نے دیکھا کہ پولیوس اصلی تعلیمات سے دور ہوتا جا رہا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتے گئے اور انہوں نے اپنے طور پر تبلیغ کے عمل کو جاری کر دیا۔ حتیٰ کہ اکثر لوگ پولیوس کی تعلیمات سے دست کش ہوتے گئے جس کا اندازہ گلیتون کے خط سے ہوتا ہے۔

اس مرحلہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر حقیقی حواریوں کی تعلیم کو وہ قبولیت عامہ کیوں حاصل نہ ہوئی جو پولیوس کو حاصل ہوئی؟ اس کے جواب کے لیے ہمیں اس دور کے پس منظر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ رومی، یونانی تہذیب کے جانشین تھے ان کی نام نہاد روشن دماغی ہی انہیں آمادہ کرتی تھی کہ وہ اہل مذہب کی تضحیک کریں۔

بلند پایہ مفکر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں: ''رومی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رومی اپنے مذہب وعقائد میں راسخ الایمان نہ تھے اور درحقیقت وہ اس بارے میں معذور بھی تھے اس لیے کہ جو مشرکانہ اور وہم پرستانہ مذہب روم میں رائج تھا۔ اس کا مقتضا یہ تھا کہ رومی علم میں جس قدر ترقی کرتے جائیں اور ان کے دماغ جس قدر روشن ہوتے جائیں اتنی ہی اہل مذہب کی بے توقیری اور اس کی عظمت میں کمی واقع ہوتی جائے اور یہ تو گویا انہوں نے پہلے ہی دن طے کر لیا تھا کہ دیوتاؤں کو سیاست اور امور دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ (مسلمانوں کے عروج و زوال کا دنیا پر اثر۔ از ابوالحسن ندوی صفحہ 344)

رومیوں پر مذہب کا ذرا سا بھی اخلاقی اثر نہ تھا۔ جذبہ تقدس ختم ہو گیا تھا۔ عیش پرستی بے انتہا بڑھ چکی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوی دیوتاؤں کے بتوں کو بھی غصہ میں آکر مسمار کر دیا جاتا۔ لوگ اپنی دعاؤں میں ایسے گندے اور فحش الفاظ استعمال کرتے جو بڑے سے بڑے بے شرم شخص کی زبان سے بھی ادا ہونا مشکل تھے۔

(تاریخ اخلاق یورپ لیکی صفحہ 137)

لیکی لکھتا ہے جب اغسطس کا بیڑا غرق ہوگیا تو اس نے غصہ میں آکر نیپچون (پانی کے دیوتا) کے بت کو مسمار کر دیا.......... سسرو بیان کرتا ہے کہ تھیٹر میں جب اس مضمون کے اشعار پڑھے جاتے تھے کہ دیوتاؤں کو دنیوی معاملات سے کوئی سروکار نہیں تو لوگ انہیں نہایت ذوق وشوق سے سنتے تھے.......... جب جرمینکس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے دیوتاؤں کی قربان گاہوں پر خوب پتھراؤ کیا۔ سینٹ اگسٹائن وغیرہ بھی بڑی حیرت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ یہ رومن بت پرست مندروں میں تو دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے اور تھیٹر میں ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے۔ (ایضاً)

اس ماحول میں جب پولیوس کا ساختہ جدید عیسوی مذہب سامنے آیا تو لوگوں کو اس کے قبول کرنے میں کچھ بھی دشواری نہیں ہوئی.......... کیوں کہ یہ ان کے مزاج اور ذہن سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ پولیوس نے اصلی تعلیمات میں یونانیت و رومیت کی آمیزش کر دی تھی، اس لیے اسے تیزی سے قبولیت عامہ بھی حاصل ہوئی۔ حواریوں کے اجتہاد اور پولیوس کی مزید رعاتیوں نے غیر یہود کے لیے کشش پیدا کر دی کہ وہ اس مذہب میں داخل ہوتے جائیں۔ کیوں کہ اب یہ ان کے اپنے پرانے مذہب سے زیادہ الگ بھی نہ تھا۔ پولیوس جنٹائلز کو اس مذہب میں داخلہ کی سہولت دینے کے لیے یہاں تک آگے بڑھ گیا کہ اس نے شریعت پر عمل کرنے کو لعنتی تک بتایا اور کہا کہ شریعت کو ایمان سے کوئی واسطہ نہیں۔ (گلتیوں باب 3=12)

موجودہ عیسائیت کا بانی

مختصر یہ کہ پولوس نے کافی ابتدائی غور وفکر کے بعد عیسائی مذہب کی جو نئی تعبیر کی۔ وہ یونانی رومی مذہب سے بہت زیادہ میل کھاتی تھی۔

برنٹن لکھتا ہے کہ ''مسیحیت اس وجہ سے بھی کامیاب ہوئی کہ اس میں بت پرستی کی بہت سی چیزیں شامل تھیں یعنی وہ کاملاً نئی چیزیں نہ تھیں۔ اس نکتہ کو اکثر مسیحیت کی اتحاد پسندانہ فطرت Syneretistic Nature سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(تاریخ تہذیب یورپ برنٹن صفحہ 177)

عیسائیت کو عالمگیر بنانے کے لیے پولوس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصلی تعلیمات کو مسخ کر کے ان میں بت پرستی کی آمیزش کر دی جبکہ پورا ماحول بت پرستانہ تھا۔ لوگ دیوی دیوتاؤں کو بھی مانتے تھے اور ان کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ اس ماحول میں اصل مسیحی تعلیات کو اتنی تیزی سے پھیلنے کا موقع ممکن نہ تھا اور پولیوس کی اپنی جذباتی طبیعت متقاضی تھی کہ مذہب جلد سے جلد پھیلے۔ یہ الگ بات ہے کہ مذہب کی روح ہی کیوں نہ ختم ہو جائے۔

یہی مؤرخ لکھتا ہے کہ اس نے (پولوس رسول) سب سے پہلے وہ قدم اٹھایا جس کے بغیر مسیحیت عالمی مذہب نہیں بن سکتی تھی۔ مسیحیت کو عالم گیر بنانے کی دھن میں اس کو غور وفکر کرنا پڑا۔ وہ نہ صرف پڑھا لکھا تھا بلکہ یونانی زبان بھی جانتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یونانی فلسفہ سے بھی واقف تھا جب کہ دوسرے حواری معمولی مچھیرے تھے اور ان پڑھ تھے۔ پولیوس کے لیے عیسائیت کو نئے قالب میں ڈھالنا دشوار بھی نہ تھا۔

یہ اعتراف مشہور عیسائیوں کی طرف سے ہے جو خود بھی مذہبی ہیں۔ لہٰذا ان حقائق کے پیش نظر یہ کہنا حقیقت کے خلاف نہیں کہ موجودہ عیسائیت پولوس کی قائم کردہ عیسائیت ہے جس پر یونانی رنگ چڑھا ہوا ہے۔

برنوبائر نے غالباً اسی لیے لکھا ہے کہ ''نیقیہ'' کے اجلاس میں جب تثلیث مسلم اصول دین قرار پائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بت پرستوں کے عقائد کے قالب میں ڈھال دی گئیں۔ گویا کہ روما کے بھیڑیئے نے ناصرہ کے برہ کی کھال اوڑھ لی۔ یعنی پولوسیت عیسائیت کی شکل میں نمودار ہوئی۔

* * *

عیسائی دنیا کرسمس کیسے مناتی ہے؟

گزشتہ ابواب میں آپ ''کرسمس'' کی اصل حقیقت سے آگاہ ہوچکے ہیں اور یہ بھی جان چکے ہیں کہ 25 دسمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے نہ ان سے وابستہ دن۔ بلکہ یہ عیسائیت میں درآمد شدہ ایک رسم ہے جسے عیسائی دنیا مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اپنی عید بنا بیٹھی۔ بہرحال یہ عیسائیوں کے لیے خوشی کا تہوار ہے اور عیسائی اس خوشی کے لیے کیا کچھ کرتے ہیں یہ بھی اچنبھے کی بات تو یہ ہے اور خود کو اذیت ناک فضول خرچ بنانا ہے۔ خیر عیسائی معاشرے کا یہ پہلو بھی دیکھئے کہ وہ کرسمس کیسے مناتے ہیں۔

سال بھر کا انتظار

جم ایک ریٹائرڈ برطانوی ہے اور اس کا ذریعہ آمدنی اس کی پنشن ہی ہے، وہ سارا سال پونڈ جمع کرتا رہتا ہے کیوں کہ اسے دسمبر تک ہر حال میں 1000 پونڈ جمع کرنا ہوتے ہیں۔ 24 دسمبر تک وہ ڈھیر سارے تحائف خرید لیتا ہے اور 25 دسمبر کو صبح سانتا کلاز کا روپ بھر کر اپنے پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں کو یہ تحائف دے کر کہتا ہے: ''میری کرسمس''۔ مگر ابھی اس کا کام ختم نہیں ہوا، اس کے بعد وہ اپنے بچوں کے سارے بچوں کو اپنے گھر مدعو کرتا ہے اور ان کی شان دار دعوت کرتا ہے، پھر وہ انہیں تفریح کرانے بھی لے کر جاتا ہے۔ بالوں سے عاری اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جم پُر خیال لہجے میں کہتا: ''بس اسی طرح کرسمس کے سیزن میں میرے سال بھر کے جمع کردہ پونڈ میرے بچوں کے بچوں پر خرچ ہو جاتے ہیں اور یہ میرے لیے دلی

مسرت ہوتی ہے۔''

یہ بات صرف جم تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ برطانیہ بھر میں کرسمس پر بوڑھے افراد بڑے جوش و خروش سے اپنے پوتوں، نواسوں پر خرچ کرتے ہیں اور اس کے لیے سال بھر سے تیاری کرتے ہیں۔ برطانیہ میں کی گئی ایک محتاط تحقیق کے مطابق ہر سال عمر رسیدہ افراد اپنی اولاد کے بچوں پر کرسمس کی مد میں تقریباً 8 ارب پونڈ خرچ کر ڈالتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ والدین اپنے بچوں پر اتنا خرچ نہیں کرتے جتنا وہ بچوں کے بچوں پر خرچ کرتے ہیں۔

برطانوی تنظیم انسٹورر ناروچ یونین نے اس معاملے پر ایک سروے کیا اور بوڑھے افراد سے انٹرویو کیے۔ سروے کے نتائج کے مطابق اوسطاً برطانوی بچہ اپنے دادا یا نانا کی طرف سے کرسمس پر 70 پونڈ تک اپنے جیب خرچ کے لیے حاصل کر پاتا ہے۔

سروے کے دوران یہ بات بھی سامنے آئی کہ کرسمس پر اپنے پوتے پوتیوں پر خرچ کرنے کے لیے بوڑھے افراد کو بڑے جتن کر کے رقم جمع کرنا پڑتی ہے حالانکہ انہیں اپنے گھر کا خرچ بھی چلانا پڑتا ہے۔

کرسمس کی صبح سانتا کلاز ہر بچے کو تحائف دیتا ہے گو کہ یہ تحائف بچوں کے والدین، عزیز انہیں سانتا کلاز کا روپ بدل کر پیش کرتے ہیں مگر روایتی عقیدے کے مطابق سانتا کلاز پوری دنیا میں خود جا کر بچوں کو تحائف دیتا ہے۔ امریکی میگزین ٹائم جرنل نے اس بارے میں نہایت دلچسپ بات لکھی ہے:

> ''انجینئرز کے حساب کے مطابق سانتا کلاز کو پوری دنیا میں 91.8 ملین گھروں کا دورہ کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ 378 ملین بچوں تک کرسمس کی صبح تحائف پہنچا سکے۔ پوری دنیا میں کرسمس کی صبح 31 گھنٹے پر محیط ہوتی ہے لہٰذا سانتا کلاز کو 31 گھنٹے میں پوری دنیا کا سفر کرنے کے لیے 650 میل فی سیکنڈ کے حساب سے سفر کرنا پڑتا ہے یہ رفتار آواز سے بھی

3000 گنا زیادہ تیز ہے۔ چونکہ دنیا بھر میں سانتا کلاز کو 91.8 ملین گھروں تک جانا ہوتا ہے، لہٰذا وہ اپنی اڑنے والی بگھی پر بیٹھ کر ایک سیکنڈ میں 833 گھروں میں جاتا ہے۔ حیرت انگیز بلکہ ناممکن ہے مگر یہ ہو رہا ہے۔ سانتا اپنی سواری سمیت گھر کی چمنی سے اندر داخل ہوتا ہے۔ بچے کے سرہانے تحفہ رکھتا ہے دودھ کا گلاس اٹھا کر اپنے منہ میں انڈیل کر بسکٹ اٹھا لیتا ہے اور فوراً ہی اگلے سفر کے لیے روانہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ناممکن ہے مگر چونکہ سانتا یہ سب کچھ پیسوں کے لیے نہیں کر رہا اس لیے ایسا اس کے لیے ممکن ہو جاتا ہے۔ شاید یہ سانتا بچوں کو تحائف پہنچانے کا کام دودھ اور بسکٹ کے لیے کر رہا ہو۔''

کرسمس کی تیاریاں

نومبر کے مہینے ہی سے اس کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ لوگوں کے ذہنوں میں ان دنوں صرف یہی بات ہوتی ہے کہ کرسمس کا تہوار آ رہا ہے۔ رنگا رنگ روشنیوں سے تمام شہروں کے مراکز اور شاپنگ سنٹر بڑی خوب صورتی سے سجائے جاتے ہیں۔ سڑکوں اور گلیوں پر جگہ جگہ کرسمس ٹری سجائے جاتے ہیں۔ دسمبر کی آمد کے ساتھ ہی تجارتی مراکز میں خریداروں کا ہجوم ہونے لگتا ہے۔ دکانیں راتوں کو دیر تک کھلی رہتی ہیں۔ دکانوں اور شاپنگ سنٹرز میں کرسمس کے خصوصی گیت بجائے جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی حضرت مسیح کے عقیدت مند گروپس کی شکل میں گلیوں اور سڑکوں پر کرسمس کے دعائیہ گیت گاتے ہیں اور فلاحی اور رفاہی کاموں کے لیے فنڈز جمع کرتے ہیں۔ اکثر مقامات پر تو کرسمس کی آمد سے لگ بھگ ایک ہفتے پہلے ہی مختصر کرسمس پارٹیاں منعقد ہونے لگتی ہیں۔ اس موقع پر کرسمس کے روایتی کھانے کھائے جاتے ہیں اور روایتی مشروبات پیے جاتے ہیں۔

وسط دسمبر تک اکثر مکانات کو کرسمس ٹری، رنگ برنگے قمقموں اور کاغذ اور پلاسٹک سے تیار کردہ ڈیکوریشن پیسز سے سجایا جاتا ہے۔

ان دنوں بہت سے لوگ اپنے گھروں کے لانز اور مکانوں کی دیواروں کو بھی بڑی خوب صورتی سے سجاتے ہیں۔ ان پر برقی قمقمے لگائے جاتے ہیں، جس سے بڑا حسین منظر وجود میں آتا ہے۔

تہنیتی کارڈ

متعدد ملکوں میں اکثر افراد اپنے دوست، احباب اور رشتے داروں کو کرسمس کی مبارکباد کے کارڈ بھیجتے ہیں۔ یہ کارڈ لوگ اپنے مکانوں کی دیواروں پر ٹانگ دیتے ہیں۔ اس سال برطانیہ میں برٹش پوسٹ نے توقع ظاہر کی تھی کہ کرسمس سے پہلے کے تین ہفتوں کے دوران اسے سوملین سے بھی زیادہ کرسمس کے کارڈز ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے ہوں گے اور یہ سلسلہ اب عروج پر پہنچ چکا ہے۔

کرسمس کا تحفہ یا رشوت

عیسائی دنیا میں خرچ کرنے کے لیے سب سے بڑا تہوار کرسمس ہی ہے۔ اس موقع پر جس بڑی تعداد میں اخراجات کیے جاتے ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کرسمس کی خریداریاں دسمبر شروع ہوتے ہی عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور یہ خریداریاں نیا سال شروع ہونے تک مسلسل اوپر جاتی رہتی ہیں۔ سنس بری کریڈٹ کارڈ کمپنی کرسمس پر پورے 10 مہینے کے لیے فری کریڈٹ کارڈ فراہم کرتی ہے۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ اس کے ماہرین نے اندازہ لگایا تھا کہ برطانیہ بھر میں کرسمس کے آخری ہفتے میں کمپنی کے کریڈٹ کارڈز سے 8.58 ارب ڈالر تک کی خریداریاں کی جائیں گی مگر یہ اندازے غلط ثابت ہوئے کیوں کہ برطانوی شہری اس دفعہ بڑھ چڑھ کر خرچ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

سنس بری بینک کے جائزے سے بھی پتہ چلا کر برطانوی شہری آخری لمحے تک شاپنگ کرنا چاہتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے معاشرے میں چاند رات کو شاپنگ کی جاتی ہے۔ سال 2004ء کو سال برطانیہ میں 2.88 ملین افراد نے کرسمس کے سات دنوں میں تقریباً 1000 پونڈ خرچ کیے جبکہ 1.1 ملین افراد نے 500 سے

1000 پونڈ کے درمیان رقم خریداری پر خرچ کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ خواتین جو خرچ کرنے میں مشہور ہیں انہوں نے شاپنگ پر کم رقم خرچ کی جب کہ مردوں نے نسبتاً زیادہ رقم خرچ کی۔ اوسطاً ہر برطانوی خاتون نے 196 پونڈز کرسمس شاپنگ پر خرچ کیے جب کہ مردوں نے اوسطاً 275 پونڈز خرچ کیے۔

کرسمس پر تحائف صرف سانتا کلاز ہی نہیں دیتا اور نہ ہی یہ صرف نانوں یا دادوں کا کام ہے بلکہ بعض صورت میں چھوٹے بچے بھی بڑوں کو تحائف دیتے ہیں۔ مثلاً سکول کے اساتذہ اپنے شاگردوں سے تحائف وصول کرتے ہیں جبکہ کرسمس کے تحائف کی آڑ میں بعض اسٹوڈنٹس رشوت دینے کی کوشش بھی کرتے ہیں دوسری طرف اساتذہ سے جلے بھنے شاگرد اپنے دل کا غبار تحائف کی صورت میں نکالتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ سکولوں کے اساتذہ پر طالب علموں کی طرف سے کرسمس کے تحائف کی صورت میں کیا بیتتی ہے۔

امریکہ، آسٹریلیا اور برطانیہ کے تقریباً 2 ہزار پرائمری اساتذہ سے بذریعہ انٹرویو ایک سروے کیا گیا جس کے نتائج سے پتہ چلا کہ تقریباً سبھی اساتذہ نے اپنے شاگردوں سے تحائف وصول کیے مگر ان میں سے اکثر تحائف گھر میں ہی بنے ہوئے تھے۔ کچھ شاگردوں نے اپنے اساتذہ کو تحفے میں ٹافیاں دیں اور کچھ نے چاکلیٹ یا چاکلیٹ سے بنے بسکٹ دیئے۔ اساتذہ کو ملنے والے تحائف کی اوسط قیمت 4 پونڈز کے برابر تھی مگر آٹھ ایسے خوش قسمت اساتذہ بھی تھے جنہیں ملنے والے تحائف کی قیمت 100 پونڈ کے لگ بھگ تھی۔ جب کہ 60 فیصد اساتذہ کا کہنا تھا کہ انہیں بچوں کی طرف سے ملنے والے تحائف کی قیمت محض ایک پونڈ ہی تھی۔

سب سے زیادہ دیئے جانے والے تحائف میں کرسمس کارڈز سرفہرست ہے یہ دو قسم کے کارڈز ہیں ایک تو مارکیٹ سے خریدے جاتے ہیں اور دوسرے گھر پر بچے خود ہی تیار کرتے ہیں۔ ان کارڈز پر عجیب قسم کے جملے لکھے ہوتے ہیں مثلاً ایک بچے نے اپنے استاد کو جو کرسمس کارڈ بھیجا وہ اصل گرل فرینڈ کے لیے تھا اور اس پر تحریر تھا ''ہم

بہت جلد شادی کر لیں گے۔'' دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ دیئے جانے والے تحائف میں وائن کی بوتل شامل ہے مگر یہ تحفہ دراصل رشوت کے طور پر دیا جاتا ہے۔ وائن کی بوتل دینے والے بچوں کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ ٹیچر انہیں امتحانات میں اچھے نمبروں سے نوازے۔ تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ دیئے جانے والے تحائف میں ٹافیاں اور چاکلیٹ شامل ہیں۔ یہ تحائف بہت ہی چھوٹے بچے اپنے اپنے اساتذہ کو دیتے ہیں جبکہ بعض بچے تو اپنے اساتذہ کو پھول اور پودے بھی کرسمس کے تحفے کے طور پر دیتے ہیں۔ مگر یہ کوئی سستا سا ہی تحفہ نہیں ہوتا بلکہ کرسمس ٹری کا صنوبری قدرتی تحفہ نہایت مہنگا بھی ہوسکتا ہے اور پلاسٹک کا بنا مصنوعی کرسمس ٹری سستا سا بھی ہوسکتا ہے۔

منفرد تحفہ

ترقی یافتہ ممالک میں افراد اب روایتی تحائف دینے یا وصول کرنے سے اکتا کر تحائف کے نئے ڈھنگ تلاش کر رہے ہیں۔ مثلاً امریکہ کی 53 سالہ پامیلا نے اس دفعہ کرسمس پر اپنے 61 سالہ بوائے فرینڈ کو دنیا کا سب سے منفرد کرسمس گفٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے وہ کہتی ہے:

''روایتی تحفے تو میں ہر سال اسے دیتی ہوں مگر شاید اب اس کو بھی ان روایتی تحائف سے زیادہ دلچسپی نہیں رہی ہے لہٰذا میں اس دفعہ اسے ایک نیا تحفہ دوں گی میں نے اسے اس بارے میں بتا بھی دیا ہے اور وہ بہت پُرجوش ہے۔ میں نے اسے چہرے کی سرجری کرانے کی پیشکش کی ہے جس سے وہ مزید خوبصورت ہو جائے گا اور اس پر 7000 ڈالر خرچہ ہوگا جو میں کرسمس گفٹ کے طور پر ادا کروں گی۔''

لیکن یہ تحفہ یکطرفہ نہیں ہوگا بلکہ محترمہ پامیلا اپنے بوائے فرینڈ سے بدلے میں اسی قسم کا زیادہ مہنگا تحفہ وصول کرنے میں دلچسپی رکھتی ہیں۔ 53 سالہ پامیلا کہتی ہیں:

''جوابی تحفے میں وہ میری رانوں اور پیٹ کی سرجری کرائے گا جس کی

لاگت تقریباً 15000 ڈالر ہوگی اور یہ ہوگا میرے لیے کرسمس کا تحفہ۔
امریکہ میں کاسمیٹکس سرجری سے متعلق افراد کا کہنا ہے کہ کرسمس پر ایک دوسرے کو اس قسم کے تحائف دینے کا رجحان بڑھ رہا ہے مگر یہ تحائف صرف وہی لوگ دے سکتے ہیں جو طبقہ امراء سے تعلق رکھتے ہیں۔

پام ذوگ زیگر ایک مارکیٹنگ فرم کے مالک ہیں وہ کہتے ہیں:
''دراصل امریکہ میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جن کے پاس اشیائے تعیش کی فراوانی ہے۔ انہیں کرسمس پر روایتی تحفے دیتے اور وصول کرتے ہوئے قطعاً خوشی نہیں ہوتی بلکہ وہ الجھن محسوس کرتے ہیں کہ انہیں کچھ نیا چاہئے لہٰذا یہ کچھ نیا ہم انہیں پیش کرتے ہیں۔ ہم انہیں آئیڈیاز دیتے ہیں کہ وہ کیا کچھ نئے انداز میں کرسکتے ہیں۔ اسی میں سے ایک آئیڈیا یہ ہے کہ اپنے پیاروں کو خوب صورتی کا تحفہ دیا جائے بذریعہ کاسمیٹک سرجری کے اگرچہ یہ مہنگا ضرور ہے مگر یہ بالکل نیا ہے۔''

کرسمس لاٹری

اسپین میں کرسمس ایک عجیب انداز لے کر آتی ہے۔ اگرچہ اسپین بل فائٹنگ کے لیے مشہور ہے مگر کرسمس پر اسپین میں بل فائٹنگ کا غلغلہ اتنا نہیں ہوتا جتنا مشہور ترین کرسمس لاٹری ''یلگورڈو'' کا ہوتا ہے۔ کئی سال قبل شروع ہونے والی یہ لاٹری اب اسپین بھر میں ایک روایت کا درجہ حاصل کر گئی ہے جو کہ کرسمس کے لیے لازم وملزوم جانی جاتی ہے۔ اس لاٹری کے مقبول عام ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سال 2005ء کو کرسمس اسپین کے ہر تیسرے فرد کے پاس اس لاٹری کا ٹکٹ موجود ہے۔ یہ لاٹری دسمبر کے شروع سے فروخت ہونا شروع ہوتی ہے اور ٹکٹوں کی فروخت 22 دسمبر تک جاری رہتی ہے۔ مگر 2005ء کو اتنی بڑی مقدار میں لاٹری کے ٹکٹ خریدے گئے کہ 22 دسمبر سے قبل ہی ٹکٹ فروخت کرنے والی جگہوں پر ٹکٹ کے حصول کے لیے جھگڑے ہوتے دیکھے گئے اور ان سب لوگوں کو ٹکٹ نہیں مل سکے جو

ٹکٹ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

23 دسمبر کو پورا اسپین بالکل ساکت ہو جاتا ہے اور یہ سکوت پورے تین گھنٹے جاری رہتا ہے۔ اسپین کا ہر فرد دم سادھے ان تین گھنٹوں میں ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھا رہتا ہے جہاں لاٹری کھولنے کے انتظامات جاری ہوتے ہیں۔ ان تین گھنٹوں پر محیط تقریب میں جو ٹیلی ویژن پر براہ راست نشر کی جاتی ہے اور سینکڑوں جیتنے والوں کے ناموں کا اعلان کیا جاتا ہے۔

جیتنے والوں میں سرفہرست 24 ٹکٹ ہولڈر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو 3لاکھ 60 ہزار ڈالر انعام کی رقم ملتی ہے۔

کرسمس جہاں ایک طرف بے تحاشہ خوشیاں لے کر کرسچین ورلڈ میں آتی ہے وہیں افسوسناک واقعات بھی رونما ہوتے ہیں، مثلاً نارتھ ویلز میں ایک 31 سالہ خاتون کرسمس کی خریداری کرتے ہوئے اچانک گر کر ہلاک ہوگئی اس وقت خاتون کے ساتھ اس کا 15 ماہ کا بیٹا تھا اور وہ اسی کے لیے کرسمس کی خریداری کر رہی تھی۔ خاتون کے طبی معائنے سے پتہ چلا کہ اسے دل کا دورہ پڑا جس سے وہ جان بر نہیں ہوسکی۔ دورے کی وجہ شدید دباؤ اور پریشانی تھی۔ ایلیری تھاس نامی خاتون ایک نیلام گھر میں کام کرتی تھی اور مالی پریشانیوں کا شکار تھی۔

کرسمس کے موقع پر عیسائی دنیا میں سب سے زیادہ جرائم ہوتے ہیں، سب سے زیادہ شراب پی جاتی ہے اور سب سے زیادہ زنا ہوتا ہے۔ اسی طرح چوری ڈاکے بھی پہلے سے بڑھ جاتے ہیں۔

آسٹریلیا کے ایک شہر میں سانتا کلاز کے بہروپ بھرے افراد نے ایک بینک کو لوٹ لیا۔ 8 افراد جنہوں نے اپنے آپکو سانتا کلاز کے گیٹ اپ میں چھپایا ہوا تھا بینک میں داخل ہوئے اور عملے کو قابو کر لیا جس کے بعد وہ پیسے سمیٹ کر فرار ہوگئے۔

یوں سال 2005ء میں جرمنی کی ایک عدالت نے اپنے تازہ ترین فیصلے میں کہا ہے کہ ایسے قیدی جو پہلے جیل میں منشیات کے استعمال کے مرتکب ہو چکے ہیں وہ

اپنے سیل کو کرسمس پر کرسمس ٹری سے نہیں سجا سکیں گے کیوں کہ جیل کے اہلکاروں کا کہنا ہے کہ کرسمس ٹری میں منشیات بہ آسانی چھپا کر جیل میں لائی جا سکتی ہیں۔ جیل کے ڈائریکٹر نے شکایت کی تھی کہ کرسمس ٹری کے تنے اور تاخوں کو گلو سے جوڑا جاتا ہے اور اس میں آسانی سے منشیات چھپائی جا سکتی ہیں۔ جرمنی کی ایک نچلی عدالت نے فیصلہ دیا تھا کہ قیدی صرف ایسے کرسمس ٹری اپنے سیل میں سجا سکتے ہیں جن کی اونچائی صرف 50 سینٹی میٹر ہونا چاہیے مگر اس فیصلے کے بعد جیل کے افسران نے عدالت بالا میں درخواست دی جس کے بعد عدالت نے فیصلہ دیا کہ ایسے قیدی جو منشیات کے استعمال اور اسمگلنگ میں ملوث رہ چکے ہوں گے انہیں کرسمس ٹری سجانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ (روزنامہ ''امت'' کراچی 25 دسمبر 2005ء)

کرسمس پر سب سے زیادہ جرائم ہوتے ہیں

کرسمس کا آغاز ہوا تو یہ فقط ایک مذہبی تہوار تھا جس کی واحد عیاشی موم بتیاں تھیں، پھر اس تہوار میں کرسمس ٹری شامل ہوگیا، پھر موسیقی آئی، پھر ڈانس اور آخر میں شراب بھی اس میں شامل ہوگئی۔ بس شراب کے داخل ہونے کی دیر تھی، یہ تہوار ''عیاشی'' کی شکل اختیار کر گیا۔ صرف برطانیہ کی یہ حالت ہے کہ ہر سال کرسمس پر وہاں 7 ارب 30 کروڑ پونڈ کی شراب پی جاتی ہے۔ سال 2008ء کے 25 دسمبر کو برطانیہ میں جھگڑوں اور لڑائی مارکٹائی کے 10 لاکھ واقعات سامنے آئے۔ 25 دسمبر 2002ء کو برطانیہ میں آبروریزی اور زیادتی کے 19 ہزار کیس درج ہوئے جبکہ گھریلو تشدد کی 3 لاکھ 60 ہزار شکایتیں نوٹ کی گئیں۔ سروے کے مطابق برطانیہ کے ہر سات میں سے ایک نوجوان نے کرسمس پر شراب نوشی کے بعد بدکاری کا اعتراف کیا۔ برطانیہ کی وزارت تجارت کا کہنا تھا برطانیہ میں ہر سال کرسمس پر 35 ارب پونڈ کا سامان تعیش فروخت ہوتا ہے جو پورے افریقہ کے سالانہ بجٹ کے برابر ہے۔ صرف موسیقی کے آلات اور کیسٹیں بیچنے والوں کا کہنا ہے: ''دسمبر میں ان کے کاروبار میں 40 فیصد اضافہ ہو جاتا ہے'' امریکہ کی حالت اس سے بھی گئی گزری ہے۔ کرسمس کے

دنوں میں امریکہ بھر میں ٹریفک کے قوانین کی اتنی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں جتنی پورا سال نہیں ہوتیں۔ ایک سروے کے مطابق 25 دسمبر کو امریکہ کے ہر شہری کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے، امریکی اس روز ایک ارب ڈالر کے سگریٹ پھونک جاتے ہیں جبکہ اس روز طوائفوں پر 4ارب ڈالرخرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ شراب کے اخراجات 14ارب ڈالرخرچ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اٹلانٹک سٹی کے جوا خانوں میں اس روز 10ارب ڈالر کا جوا ہوتا ہے، امریکہ بھر سے تشدد اور مار کٹائی کے لاکھوں واقعات کی اطلاعات آتی ہیں۔ 2003ء کے سال کثرت شراب نوشی، لڑائی اور حادثوں کے دوران کرسمس کے روز ڈھائی ہزار امریکی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ 5لاکھ خواتین اپنے بوائے فرینڈز اور خاوندوں سے پٹیں جبکہ والدین نے بھی 14لاکھ بچوں کی ٹھکائی کر دی۔ امریکہ میں ہر سال دسمبر میں 55ارب ڈالر کی اشیاء خریدی جاتی ہیں۔ ایک کروڑ 12لاکھ کرسمس ٹری بنائے جاتے ہیں جن پر 300ملین ڈالرخرچ ہوتے ہیں۔ ان ''درختوں'' کی تزئین و آرائش پر بھی 800 ملین ڈالرخرچ ہوتے ہیں اور صرف ایک رات میں 3ارب ڈالر کی چوریاں بھی ہوتی ہیں۔ اسی طرح پورے یورپ کا جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی شراب، سگریٹ، روشنیوں اور طوائف بازی پر اتنا سرمایہ خرچ کر دیا جاتا ہے جو بعض اوقات ملک کے مجموعی بجٹ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اب تو یورپ میں بھی ایسے قوانین بن رہے ہیں جن کے ذریعے شہریوں کو ذرا سا ہاتھ ہلکا رکھنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ لوگوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ سروس کے لیے قریب ترین چرچ میں جائیں، شراب نوشی کے بعد اپنی گلی سے باہر نہ نکلیں اور خواتین بھی اس خراب حالت میں اپنے خاوندوں اور بوائے فرینڈز سے دور رہیں کیونکہ وہ کسی بھی وقت مشتعل ہو کر ان پر حملہ کر سکتے ہیں۔

عید اور عیاشی

یہ حقیقت ہے دنیا میں انسان کسی بھی مذہب، گروہ، فرقے، قوم یا ملک سے ہو اسے خوشی چاہیے۔ وہ خوش ہونا، ہنسنا اور مسکرانا چاہتا ہے، وہ تہوار منانا چاہتا ہے۔

مذہب انسان کی اس فطرت سے واقف ہے۔ لہٰذا وہ اسے تقریبات، عیدیں اور تہواروں کی اجازت دیتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آسمانی مذاہب نے ان تقریبات، عیدوں اور تہواروں کو پاکیزہ رکھنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا تم لوگ اپنی خوشیوں کو احتیاط کے دامن میں سمیٹے رکھو، اسے عیاشی اور ملے گلے کے حلقے میں داخل نہ ہونے دو، لیکن انسان نے خوشیاں منانے کے سلسلے میں ہمیشہ قدرت کے اس قانون کی خلاف ورزی کی۔ ہم مسلمان بھی اپنی عیدوں پر قدرت کے اس قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور طرح طرح کی بدعتوں کے شکار ہو چکے ہیں لیکن عیسائی دنیا کرسمس کے معاملے میں مسلمانوں سے کہیں آگے ہے، انہوں نے تو اپنی عید کو عیاشی کی شکل دے دی ہے۔ اس بدعت یا بدعتوں کے باعث خود عیسائیت کے اندر ایسے گروہ پیدا ہو چکے ہیں جو کرسمس کو پسند نہیں کرتے۔ یہ لوگ اس تہوار پر 4 اعتراضات کرتے ہیں، مثلاً ان لوگوں کا کہنا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کرسمس نہیں منائی، ان کے بعد بھی ساڑھے تین سو سال تک اس تہوار کا نام ونشان نہیں تھا لہٰذا کرسمس کی حقیقت مشکوک ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے ملٹی نیشنل کمپنیوں نے کرسمس کو اسپانسر کر کے اسے مذہبی تہوار کی بجائے دکان داری بنا دیا ہے جو اس کی اصل روح اور حقیقی جواز کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے عیسائی مذہب اور اس کے تہواروں میں درختوں کی گنجائش موجود نہیں۔ انجیل میں سیدھے اور واضح الفاظ میں درخت کاٹنے، اسے مصنوعی طریقے سے صحن میں گاڑنے اور اس پر دھاگے باندھنے کی ممانعت کی گئی ہے جبکہ کرسمس کے تہوار کے لیے کرسمس ٹری لازم ہو چکا ہے جو عیسائی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے شراب نوشی عیسائیت میں منع ہے لیکن اس روز لوگ شراب نوشی کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں جو عیسائی تعلیمات کے خلاف ہے اور ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 25 دسمبر کو پیدا نہیں ہوئے تھے، تاریخ میں ان کی پیدائش کے دن کے بارے میں اختلافات پائے جاتے ہیں چنانچہ ایک مشکوک تاریخ کو ان کا یوم پیدائش قرار دے دینا اور پھر

اس دن پوری عیسائی دنیا میں "عید" منانا ان کے نزدیک زیادتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے ان لوگوں کے ان اعتراضات کے باوجود جو بظاہر جائز بھی دکھائی دیتے ہیں پوری عیسائی دنیا کرسمس کی خلاف مذہب، خلاف اخلاق اور خلاف قانون تقریبات میں مشغول رہتی ہے اور مشغول رہے گی۔ اس کی واحد وجہ وہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں جو کرسمس کی آڑ میں 4ارب لوگوں سے ہر سال اربوں ڈالر اینٹھتی ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان لوگوں کو اپنے منافع کے سوا دنیا میں کوئی چیز پیاری نہیں۔ ان لوگوں کو ایک دمڑی کے لیے اگر ایک ارب لوگوں کی چمڑی اتارنا پڑے تو بھی یہ لوگ ایک لمحہ کی تاخیر نہیں کریں گے اور بدقسمتی سے کرسمس انہی قصابوں کے ہاتھوں میں یرغمال بن چکی ہے۔

دنیا کے مختلف ملکوں میں کرسمس

دنیا کے مختلف ملکوں میں کرسمس کا تہوار الگ الگ انداز سے منایا جاتا ہے۔

بیلجیم

اس ملک میں دسمبر کی چھ تاریخ کو سینٹ نکولس ڈے یا Sinlerkla کا تہوار منایا جاتا ہے، جو کہ کرسمس سے بالکل الگ تہوار ہے۔ بیلجیم میں سانتا کلاز کو De Kerstman یا Le Pere Noel کہا جاتا ہے جو کرسمس کے موقعے پر بچوں کے لیے تحفے لاتا ہے۔ کرسمس کا ناشتہ ایک خصوصی میٹھی ڈبل روٹی پر مشتمل ہوتا ہے، جسے Cougnou یا Cougnolle کہا جاتا ہے۔ اس ڈبل روٹی کی بناوٹ شیرخوار بچے جیسی ہوتی ہے۔ بعض خاندان کرسمس کے دن پرتکلف اور بڑی ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں۔

برازیل

برازیل میں فادر آف کرسمس کو Papai Noel کہا جاتا ہے۔ اس ملک میں کرسمس کے تہوار کی رسوم لگ بھگ وہی ہیں جو امریکہ اور برطانیہ میں ہیں۔ اس تہوار

کے موقع پر برازیل کے دولت مند گھرانوں میں کرسمس کا خصوصی کھانا ہوتا ہے جو عام طور پر مرغ، ٹرکی، ہیم، چاول، سلاد، سور کے گوشت، تازہ پھلوں اور خشک میووں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کھانے کے موقع پر بیئر بھی ہوتی ہے۔ زیادہ غریب لوگ اس تہوار کے موقع پر بھی صرف چکن اور چاول پر ہی گزارہ کرتے ہیں۔

فن لینڈ

فن لینڈ کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ فادر آف کرسمس (سانتا کلاز) فن لینڈ کے شمالی حصے میں رہتا ہے، جسے Korvatunturi کہہ کر پکارتے ہیں۔ دنیا بھر کے لوگ سانتا کلاز کے لیے جو خطوط ارسال کرتے ہیں، وہ فن لینڈ کے لیے ہی پوسٹ کئے جاتے ہیں۔ گرین لینڈ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ فادر آف کرسمس کی رہائش گرین لینڈ میں ہے۔

فن لینڈ میں کرسمس کی آمد پر لوگ اپنے گھروں کو خصوصی طور پر سجاتے اور سنوارتے ہیں۔ کرسمس سے ایک دن پہلے یعنی ''کرسمس ایو'' کو خصوصی طور پر منایا جاتا ہے۔ اس کے لیے چاول کا دلیہ اور ایک خصوصی میٹھا سوپ تیار کیا جاتا ہے جس میں خشک میوے مثلاً آلوچے، سیب، ناشپاتی، خوبانی، کشمش اور انجیر بھی شامل کیے جاتے ہیں۔ یہ ڈش کرسمس کی صبح ناشتے میں یا دوپہر کو لنچ کے موقع پر کھائی جاتی ہے۔ لنچ کے بعد لوگ گھروں میں کرسمس ٹری تیار کرتے ہیں اور دوپہر میں فن لینڈ کے شہر Turku کے میئر ریڈیو اور ٹی وی پر Christmas Peace Declaration پورے اہتمام کے ساتھ براڈ کاسٹ کرتے ہیں۔ لوگ شام کو چرچ یا قبرستان جانے سے پہلے اس ڈیکلیئریشن کو بڑے شوق سے سنتے اور دیکھتے ہیں۔

رات کو ایک روایتی ڈنر کا اہتمام ہوتا ہے جس میں Casseroles نامی ڈش پیش کی جاتی ہے۔ اس میں کلیجی، شلجم، گاجر اور آلو شامل ہوتے ہیں۔ یہ ڈش ہیم یا ٹرکی کے ساتھ پکائی جاتی ہے۔ بعض لوگ مختلف قسم کی مچھلیاں بھی کھاتے ہیں لیکن ہر کھانے کے ساتھ سلاد ضرور ہوتا ہے۔ فن لینڈ میں اس تہوار کو ''نمک مسالوں کا تہوار''

بھی کہتے ہیں، اس لیے لوگ کھانوں کی تیاری میں ہر طرح کے مسالے استعمال کر کے انہیں ذائقے دار بناتے ہیں۔ فن لینڈ میں کرسمس کے سب سے مقبول پھول Poinsettia اور Hyacinthe ہیں۔ اس ملک میں بچے عام طور سے اپنے تحفے کرسمس کی شام کو اپنے گھر کی کسی بڑے سے وصول کرتے ہیں، جو سانتا کلاز کے روپ میں ہوتا ہے۔

فرانس

فرانس میں کرسمس کو ہمیشہ Noel کہا جاتا ہے۔ ہر شخص کرسمس ٹری سجاتا ہے۔ بعض لوگ اسے قدیم طریقے سے سجاتے ہیں۔ اس میں سرخ ربن باندھتے ہیں اور بالکل دودھیا سفید موم بتیاں روشن کرتے ہیں۔ باغوں میں فر کے درختوں کو بھی سجایا جاتا ہے اور پوری رات ان میں رنگ برنگے قمقمے روشن رکھے جاتے ہیں، جس سے بڑا حسین منظر پیدا ہو جاتا ہے۔ فرانس میں فادر آف کرسمس کو Pere Noel کہا جاتا ہے۔ کرسمس کا کھانا بھی عمدہ ہوتا ہے جس میں بہت اچھا گوشت اور شراب پیش کی جاتی ہے۔ فرانس میں سبھی لوگ ایک دوسرے کو کرسمس کے تہنیتی کارڈ نہیں بھیجتے۔

جرمنی

جرمن لوگ کرسمس کے موقع پر اپنے گھروں کو بڑے اہتمام سے سجاتے ہیں۔ ہر گھر میں لکڑی سے تیار کردہ شیر خوار بچے کا بستر ہوتا ہے اور اس کے پاس ہی لکڑی کے ایک فریم میں موم بتی روشن ہوتی ہے۔ کرسمس کی آمد سے چار ہفتے پہلے سے ہر اتوار کو اس فریم میں ایک نئی موم بتی روشن کر دی جاتی ہے۔ لکڑی کا یہ بستر شیر خوار مسیح کا بستر ہوتا ہے، جس کے قریب ایک چھوٹا سا ماڈل اصطبل ہوتا ہے، جو اس اصطبل کی عکاسی کرتا ہے جس میں روایت کے مطابق حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے۔ وہیں بی بی مریم، جوزف شیر خوار مسیح کے مجسموں کے علاوہ جانوروں کے لکڑی کے مجسمے ہوتے ہیں۔ جرمنی میں یہ منظر عام ہوتا ہے۔ اس ملک میں فادر آف کرسمس کو Weihnachtsmann کہا جاتا ہے، جو کرسمس سے ایک دن پہلے سہ پہر کے آخر

حصے میں بچوں کے لیے تحفے لاتا ہے۔ جرمنی میں کرسمس کے دن کی خصوصی ڈش کے طور پر مچھلی یا مرغابی پکائی جاتی ہے۔

ہنگری

برازیل میں سانتا کلاز کو ونٹر گرانڈ فادر بھی کہتے ہیں اور Tel-apo یا Nikulas بھی۔ اس ملک میں سانتا کلاز چھے دسمبر کو آتا ہے۔ بچے سونے سے پہلے اپنے جوتے صاف کر کے اپنے گھر کے دروازے یا کھڑکی کے باہر رکھ دیتے اور اگلے دن انہیں باہر ایک سرخ بیگ ملتا ہے، جس میں ان کے لیے چھوٹے موٹے کھلونے اور ٹافیاں یا چاکلیٹیں ہوتی ہیں۔ دسمبر کی 24 تاریخ کو بچے یا تو اپنے رشتے داروں سے ملنے جاتے ہیں یا فلم وغیرہ دیکھنے جاتے ہیں، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ''ننھے منے مسیح'' ان کے گھروں میں شام کو کرسمس ٹری اور تحفے بھی لاتے ہیں۔

یہاں کا رواج یہ بھی ہے کہ لوگ کھانے پینے کی اشیاء درختوں پر لٹکا دیتے ہیں، مثلاً سونے کے ورق میں لپٹی چاکلیٹس ٹافیاں اور شیشے کے فانوس میں موم بتیاں بھی روشن کی جاتی ہیں۔

ڈنر کے لیے عام طور پر چاول اور مچھلی یا آلو کی ڈش تیار کی جاتی ہے اور گھروں میں ہی سویٹ ڈش کے طور پر پیسٹری بھی تیار کی جاتی ہے۔

ڈنر کے بعد بچوں کو پہلی بار کرسمس ٹری دکھایا جاتا ہے اور اسی کے نیچے بچوں کو تحفے بھی دیے جاتے ہیں۔ یہ بڑا حسین منظر ہوتا ہے اس موقع پر کرسمس کے خصوصی گیت بھی گائے جاتے ہیں۔ اگلے روز بچے کرسمس ٹری کے اس حصے پر دھاوا بول دیتے ہیں، جہاں کھانے پینے کی اشیاء لٹکائی جاتی ہیں۔ کرسمس کے دوسرے اور تیسرے دن بھی خصوصی ضیافتوں کا اہتمام ہوتا ہے۔

نیوزی لینڈ

نیوزی لینڈ میں کرسمس کا آغاز کرسمس کی صبح کو کرسمس ٹری کے نیچے موجود تحائف کو کھولنے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد کرسمس لنچ کا اہتمام ہوتا ہے۔ خصوصی ڈشز چکن

یا ٹرکی سے تیار کی جاتی ہیں۔ اس دعوت کے بعد چائے کا وقت آجاتا ہے۔ اس موقع پر دوستوں اور گھر والوں کے لیے باربی کیو کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ سب مل کر کھاتے پیتے اور خوب لطف اندوز ہوتے ہیں۔

روس

سوویت یونین کے زمانے میں یہاں کرسمس بہت اہتمام سے نہیں منایا جاتا تھا، البتہ نیا سال ایک اہم موقع ہوتا تھا، جب 'Father Frost' بچوں کے لیے تحفے لاتا تھا لیکن اب کرسمس کھلم کھلا منایا جاتا ہے۔ اب یہ تہوار یا تو 25 دسمبر کو منایا جاتا ہے یا پھر 7 جنوری کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روسی آرتھوڈوکس چرچ مذہبی تہواروں کے لیے قدیم جولین کیلنڈر استعمال کرتا ہے۔ روس میں کرسمس کی خصوصی آئٹمز میں کیک، پائی اور گوشت کے کباب شامل ہوتے ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ ایک ایسا وسیع ملک ہے جس میں رنگا رنگ ثقافتوں اور تہذیبوں کے حامل لوگ رہتے ہیں، اس لیے یہاں کرسمس کا تہوار بھی متعدد اور مختلف انداز سے منایا جاتا ہے۔ مختلف خطوں کے لوگ مختلف رسوم و رواج اپنائے ہوئے ہیں اور ان کی ڈشز بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ کرسمس کے حوالے سے تمام روایتی کہانیاں اور سانتا کلاز کے بارے میں معلومات بچوں کے لیے تحائف وغیرہ یہ سب امریکہ میں بھی اسی طرح ہے جس طرح دنیا کے دیگر ملکوں میں ہے۔ البتہ کھانے پینے کی اشیاء میں لوگوں کی پسند ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ باقی سب کچھ وہی ہے جو دنیا کے دوسرے ملکوں میں ہے۔

❁ ❁ ❁

مسلمانوں میں کرسمس کا فروغ

اسلام کا تشخص اور مسلمانوں کا ایمان بگاڑنے کے لیے اہل کفر نے ہر دور میں ہر حربہ آزمایا ہے۔ کرسمس کے تہوار کے پہلوؤں پر غور کریں تو مسلمانوں میں اس تہوار کے فروغ اور اس تہوار کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام سے دور اور عیسائیت کی طرف راغب کرنے کی کوششیں زیادہ کی جاتی ہیں۔ جس میں اہل کفر بہت حد تک کامیاب بھی ہیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں وہ مسلمان اگر اسلام کے حلقہ سے خارج بھی ہوں لیکن اکثریت کے ذہن عیسائیت کو حقیقی مذہب ضرور ماننے لگتے ہیں۔ بہت سے احباب عیسائیت کو اچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ان کے تہواروں میں شرکت بھی غلط نہیں سمجھتے۔ مسلمانوں کا ایسا ذہن بنانے میں باقاعدہ منصوبہ بندی سے پیش رفت ہوتی ہے اور ایسے تہواروں پر مسلمانوں کو تحائف یا امداد کے نام پر کچھ نہ کچھ دے کر ان کے ایمان پر ضرب لگائی جاتی ہے۔

کرسمس کی آڑ میں عیسائیت کا فروغ

کرسمس کے تہوار کو بھی عیسائی دنیا نے اس مقصد کے لیے استعمال کیا اور کرسمس کی آڑ میں بالخصوص مسلمان بچوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے تاکہ ان کے ننھے منے ذہنوں میں عیسائیت کا بیج بویا جاسکے۔ 2003ء کے کرسمس کے موقع پر ایسی ہی ایک سازش کا انکشاف کراچی کے معروف جریدے ہفت روزہ ''تکبیر'' نے بھی کیا تھا جس میں انکشاف کیا گیا تھا کہ عیسائیت پھیلانے کے لیے بعض ادارے اسلام کے خلاف نئی چال چل رہے ہیں اور آپریشن کرسمس چائلڈ کے نام پر

عیسائیت کی طرف راغب کرنے کے لیے مسلمانوں میں لاکھوں گفٹ پارسل بھیجنے کا منصوبہ بنایا گیا۔

آپریشن کرسمس چائلڈ بظاہر بڑا معصومانہ اقدام لگتا ہے جس کے تحت ہر سال کرسمس کے موقع پر دنیا بھر کے بچوں کو تحائف پر مشتمل بکس لاکھوں کی تعداد میں بھیجے جاتے ہیں۔ گزشتہ دس برسوں کے دوران تحائف کے ایسے 2 کروڑ 40 لاکھ سے زائد بکس بھیجے گئے ہیں یوں کرسمس کے حوالے سے بچوں میں تحائف ارسال کرنے کا یہ سب سے بڑا پروجیکٹ ہے۔ رونالڈ ریگن سے لے کر اب تک آنے والا ہر امریکی صدر آپریشن کرسمس چائلڈ کے حوالے سے تحائف کے یہ بکس بھیجتا رہا ہے۔ برطانیہ کے ہزاروں سکول، چرچ، اور یوتھ کلب بھی ایسے تحائف بھیجتے ہیں، لیکن والدین اور اساتذہ کی اکثریت یہ بات نہیں جانتی کہ آپریشن کرسمس چائلڈ دراصل مسیحیت کی طرف راغب کرنے اور اس پر پختہ اور کاربند رکھنے کے لیے سامری تحفہ ہے تاکہ ایسے تحائف کے ذریعے تعلیمی پروجیکٹوں کو استعمال کرکے کرسچین فیتھ (Faith) کو مستحکم و توانا بنایا جاسکے۔ اس کے لیے خاص طور پر غریبوں کو چنا جاتا ہے اور یہ خاص طور پر مسیحیت کا نہایت زوداثر اور زہریلا سلسلہ ہے جس کے نتیجہ میں دیوار برلن کے گرنے کے بعد مشرقی یورپ کو قابو میں لایا گیا تھا۔ اس کے تحت بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے لیے یسوع مسیح کے تحفہ کے طور پر ایسے تحائف تقسیم کیے جاتے رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے صدر بش نے فرینکلن گراہم کو چنا تھا جس نے صدر بش کے پہلی افتتاحی تقریب میں اس کے لیے خصوصی دعائیں کرائی تھیں۔ اس موقع پر فرینکلن گراہم نے اسلام کو بدترین مذہب قرار دیا تھا۔ فرینکلن گراہم ایونجلسٹ بلی گراہم کا بیٹا ہے اور اس کا مکتبہ فکر وہی ہے جو امریکی ڈپٹی انڈر سیکرٹری برائے دفاع انٹیلی جنس جنرل ولیم بوائیکلن کا ہے، جس نے حال ہی میں امریکہ کی جنگ کو اسلام کی باطل اور شیطانی طاقت کے خلاف جنگ قرار دیا تھا۔

کھلونوں کے ذریعے بچوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنا

یورپی ممالک ہوں یا ایشیائی، مسلمان ہوں یا کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد، یہ تحائف غریب بچوں میں سکولوں کی سطح پر تقسیم کیے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ مسیحیت کی تعلیم پر مبنی لٹریچر بھی ہوتا ہے۔ ان تحائف میں کھلونے بھی شامل ہوتے ہیں جو سب کے سب کسی نہ کسی طرح مسیحیت کے آثار اور مجسموں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ لٹریچر میں اسلام کے خلاف خاص طور پر بغض نکالا جاتا ہے اور اسے ایک وحشی مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، یوں مسیحیوں کی اسلام سے جو دشمنی ہے اس کا یہ منافقانہ اظہار ہے۔

دنیا بھر میں آپریشن کرسمس چائلڈ پروجیکٹ کے تحت بھیجے جانے والے یہ تحائف مسلمانوں سمیت دنیا بھر کے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لاکھوں غریب بچوں کے واسطے سے ان کے والدین تک پہنچتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی مسیحیت کی رطب اللسانی پر مشتمل اور اسلام کو وحشیوں کے مذہب کے طور پر پیش کرنے کے حوالے سے مختلف کہانیوں پر مشتمل خوبصورت بروشر بھی ہوتے ہیں۔ مقامی سطح پر جن غریب بچوں کو ایسے ایونجیکل بہکا سکتے ہیں یا ان کے والدین غربت کی وجہ سے ان کی گرفت میں آسکتے ہیں، انہیں مزید داد رسی کے ذریعہ مسیحی بنا لیا جاتا ہے۔ یہ مسیح ہمیشہ غریب ہی رکھے جاتے ہیں تاہم ان کے بچوں کو کہیں کہیں زیادہ بہتر مراعات سے بھی نوازا جاتا ہے۔ یوں اسلام دشمنی مسیحیت کی گھٹی میں موجود ہے اور یہ ایسے تحائف کو بھی اسلام دشمنی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ خاص طور پر ان کی زد میں تمام افریقی ممالک ہیں جہاں کے لوگ غربت کی انتہائی سطح پر ہیں یا جہاں ایڈز، ایچ آئی وی اور ایسی ہی موذی بیماریاں عام ہیں، تاہم ایشیا اور یورپ کے غریب ممالک میں بھی ان کے جال بڑے پیمانے پر پھیلے ہوئے ہیں اور تمام عیسائی مشنریاں ان کے اداروں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (ہفت روزہ ''تکبیر'' 17 دسمبر 2003ء)

اور اب مسلمان بھی............

افسوس ناک اور قابل غور بات یہ ہے کہ کرسمس کا دن مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کی طرح ہی جوش وخروش سے منانا شروع کر دیا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ اسلام اس کے متعلق کیا حکم دیتا ہے اور اس کی تاریخی و شرعی حیثیت کیا ہے، بس دیکھا دیکھی بعض مسلمانوں اسے مناتے چلے آرہے ہیں۔ ایسے ہی جیسے عیسائی اپنی خوشی کا اہتمام کرتے ہیں بعینہٖ مسلمان کرتے ہیں اور اس کے لیے اہتمام اس حد تک کر بڑھ کر ہوتا ہے زندگی موت کا مسئلہ بنا دیا جاتا ہے۔ سال 2005ء کے کرسمس پر کئی ایسی خبریں منظر عام پر آئیں جنہوں نے نہ صرف ہوش اڑائے بلکہ مسلمانوں کے لیے سوچ کا مقام بھی پیدا کیا۔ خبر یوں تھی کہ لاہور کے علاقے فیروز والا میں 5 بچوں کی ماں نے کرسمس کے موقع پر نئے کپڑوں کی فرمائش کی جو کہ اس کا خاوند پوری نہ کرسکا تو وہ تیزاب پی کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی سے ہار گئی۔ اسی طرح کی دوسری خبر لاہور ہی کے علاقے ریواز گارڈن سے آئی جہاں صائمہ نامی خاتون نے اس مسئلہ پر موت کو گلے لگا لیا۔ (روزنامہ ''انقلاب'' لاہور 26 دسمبر 2005)

دیکھا جائے تو یہ دیوانگی کے سوا کچھ نہیں۔ اول تو ایک مسلمان کا کافروں کے تہوار میں یوں شمولیت اختیار کرنا ہی ٹھیک نہیں، ہمارا اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا، یوں اس کے لیے اہتمام کرنا تو ویسے بھی گناہ کو لازم کرنے کی بات ہے اور اس کے لیے اس قدر جہالت، دیوانگی اور خواہش کہ خود کو موت کے حوالے کر دینا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔

مسلمان عیسائی مشنری کے ہتھکنڈوں کا کس قدر شکار ہو چکے ہیں اور انہوں نے کرسمس کے تہوار کا بھی خود اہتمام شروع کر دیا ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ تقریبات ہونے لگی ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ایسا کرنے والے بھی خود کو اسلام کے نمائندے قرار دیتے ہیں۔

تحریک منہاج القرآن اور مسلم کرسچین ڈائیلاگ فورم کے زیر اہتمام پہلی کرسمس

کی تقریب 18 دسمبر 2008ء کو منعقد ہوئی۔ امریکی قونصلیٹ کے پرنسپل آفیسر برائن ڈی ہنٹ اور محترم صاحبزادہ حسین محی الدین قادری تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ محترم ناظم اعلیٰ ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، نائب امیر تحریک بریگیڈئر (ر) اقبال احمد خان، ڈائریکٹر امور خارجہ جی ایم ملک، پاکستان عوامی تحریک کے سنیئر وائس چیئرمین آغا مرتضیٰ پویا، پاکستان عوامی تحریک کے سیکرٹری جنرل انوار اختر ایڈووکیٹ، نولکھا چرچ کے ڈائریکٹر مجید ایبل، بشپ جان، سلیم مسیح، پادری چمن، ڈاکٹر مرقس فدا، ڈاکٹر منور حسین، منہاج القرآن ویمن لیگ ناروے کی صدر رافعہ رؤف بھی ''معزز'' مہمانوں میں شامل تھے۔

تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں ہونے والی اس تقریب کا آغاز قرآن پاک اور بائبل مقدس کی تلاوت سے ہوا۔ کالج آف شریعہ منہاج یونیورسٹی کے شہزاد برادران نے نعت مبارکہ پڑھی۔ مسیحی بینڈ نے کرسمس کے گیت سنائے۔ پروگرام میں کرسمس کیک کاٹا گیا، امن کی شمعیں روشن کی گئیں اور مسلم مسیحی رہنماؤں کے امن عالم کے قیام کے لیے کاوشیں بروئے کار لانے کے لیے اظہار یکجہتی کیا گیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر مرقس فدا نے قائدین کو امن عالم کے قیام پر بہترین کاوشیں بروئے کار لانے پر امن ایوارڈ دیا۔

(ماہنامہ منہاج القرآن جنوری 2009)

کیا یہی مسلمانی ہے؟

گویا مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہ رہا۔ حق اور باطل کی تفریق مٹ گئی۔ اسلام سب پہ غلبہ رکھنے والا دین ہے بھی غلط ثابت کر دیا گیا۔ بائبل اور قرآن کی اکٹھی تلاوت سے بھی یہ ثابت کر دیا گیا کہ قرآن کے نزول کے بعد دوسری کتابیں بھی لازم وملزوم ہیں۔ یہی عیسائی مشنری چاہتی ہے اور اس کے لیے وہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں ان کے دل میں عیسائیت سے نفرت کی بجائے محبت کا جذبہ پیدا ہو جائے وہ عیسائیت کو برا جاننے کی بجائے اسے اچھائی تصور کریں۔ ان

کے تہوار منائیں اور وہ کچھ کریں جن سے اسلام روکتا ہے۔ اول تو وہ مسلمان نہ رہیں اور اگر ہوں بھی تو برائے نام۔ اس کا اندازہ آپ اس تقریب سے لگا سکتے ہیں اب تو صورتحال یوں ہے کہ بہت سی جگہوں پر تو سکول کی سطح پر کرسمس کے تہوار کا انعقاد ہونے لگا۔ اور اسے عیسائی برادری سے اظہار یکجہتی کا نام دے کر مسلمان طبقہ کو اس تہوار میں شریک کیا جاتا ہے، علاوہ ازیں ایسی کمیونٹی جہاں مسلمان بچے زیر تعلیم ہیں، وہاں انہیں ایسے تہواروں میں شریک ہونا پڑتا ہے ایسے ہی دوسوال الشیخ صالح العثیمین سے بھی پوچھے گئے ان سوالوں میں ایسے تہواروں کی نفی بھی ثابت ہوتی ہے اور مسلمانوں میں تیزی سے اس تہوار کے فروغ پانے کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔

دوسوال

سوال: یورپی عادات میں ہے کہ کرسمس کے تہوار پر بچے اور بڑے غیر مسلم لوگ جمع ہوتے ہیں اور اپنے نام لکھ کر ایک صندوق رکھ کر ان اوراق کو اچھی طرح ہلاتے اور پھر ہر ایک شخص کسی دوسرے شخص کا نام اختیار کرتا ہے تا کہ کرسمس کے تہوار پر اسے تحفہ پیش کر سکے۔

اور اس عادت کو ''Chris Kringle'' کا نام دیا جاتا ہے۔

کچھ بہنوں نے پچھلے برس اس فکر کو لے کر اس پر عمل بھی کیا اور اس برس تہوار کے موقع پر وہ پھر اس پر عمل کرنا چاہتی ہیں، اور اس میں جو کچھ ہوتا ہے وہ یہ کہ ہر بہن بغیر سوچے سمجھے کسی دوسرے کو اختیار کرتی ہے اور اس کے لیے بیس ڈالر کا تحفہ خرید کر اسے ضرور دینا ہوتا ہے۔

بعض بہنوں کا اعتقاد ہے کہ اس عمل میں کفار کی مشابہت ہے تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: بعض بہنوں نے جو یہ نصیحت کی ہے کہ یہ کام جائز نہیں ان کی یہ نصیحت صحیح ہے کیونکہ اس عمل میں دو طرح سے کفار کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

اول: اس تہوار کو منانا اور یہ شرعی طور پر حرام کام ہے اور اس میں اس تہوار کے موقع پر تحفہ پیش کرنا بھی ہے۔

دوم: ان کے اس بدعتی تہوار کے دن کفار کی ان عادات کو اپنا کر ان کی تقلید کرنا۔

اسلام میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے علاوہ کوئی تیسری عید نہیں، ان دونوں عیدوں اور تہواروں کے علاوہ جو عید اور تہوار نئے نکال لیے گئے ہیں وہ کچھ بھی نہیں اور خاص کر جب یہ دوسرے ادیان کی عیدیں اور تہوار ہوں یا ان فرقوں کے تہوار ہوں جو دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اور اس کام میں بدعت کا دروازہ کھولنا ہے نبی کریم ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان کے عموم کے تحت آتا ہے:

''جس نے بھی ہمارے دین میں کوئی نیا کام نکالا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔''

صحیح بخاری کتاب الصلح حدیث نمبر 2499 صحیح مسلم حدیث نمبر 1718۔

سوال: میرے سکول میں عید میلاد کے رسم و رواج پائے جاتے ہیں اور ہر برس ایک کلاس کے ذمہ ہوتا ہے کہ وہ چندہ جمع کر کے کسی غریب خاندان کے لیے عید میلاد کے لیے تحائف خریدے، لیکن میں نے اس سے انکار کر دیا ہے کیونکہ جب کسی خاندان کو یہ تحائف دیئے جاتے ہیں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں ''اللہ تعالیٰ عیسائیوں کو برکت سے نوازے'' تو کیا میرا فعل صحیح ہے؟

جواب: ظاہر یہ ہوتا ہے کہ آپ کی مراد عیسیٰ علیہ السلام کی عید میلاد ہے اور نصاریٰ اس کی بہت تعظیم کرتے ہوئے اسے ایک دینی تہوار مناتے ہیں اور یہ بھی ان کی دینی تہواروں میں سے ایک تہوار ہے اور مسلمانوں کا کفار کی عیدوں اور تہواروں میں خوشی و فرحت اور سرور منانا اور ان تہواروں کی تعظیم کرنا اور تحفہ تحائف پیش کرنا کفار سے تشابہ و مشابہت ہے۔

اس کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کا فرمایا ہے:

''جو کوئی بھی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم میں سے ہے۔''

لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس متشابہ کام سے احتراز کرتے ہوئے بچیں اور دور رہیں اور یہود و نصاریٰ کے تہوار منا کر ان کی مشابہت اختیار نہ کریں اور اسی طرح ان کی عادت و تقلید اور رسم و رواج بھی اختیار نہ کریں۔ آپ نے عید میلاد کی مناسبت سے فقیر اور محتاج خاندان کے لیے چندہ جمع کرنے کا انکار کر کے اچھا اور بہتر اقدام کیا ہے۔

لہٰذا آپ اپنی راہ اور طریقہ پر قائم رہیں اور اپنے بھائیوں کو بھی یہ نصیحت کرنے کے ساتھ انہیں یہ بتائیں کہ ایسا عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے دین میں دو عیدوں عید الفطر و عیدالاضحیٰ کے علاوہ کوئی اور عید نہیں ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں ان دو عیدوں کے ساتھ کفار کی عیدوں اور تہواروں سے مستغنی کر دیا ہے۔ (الشیخ عبدالرحمٰن البراک)

اور اگر ہم مسلمان جب صدقہ و خیرات کرنا چاہیں تو ہم حقیقی مستحق لوگوں کو تلاش کر کے ان پر خرچ کرتے ہیں اور اس کے لیے ہم کفار کے تہواروں اور عیدوں کے دن کو اختیار نہیں کرتے، بلکہ جب بھی اس کی ضرورت ہو اور عظیم خیر و بھلائی کے ایام مثلاً رمضان المبارک اور ذی الحجہ کے پہلے دس ایام اور ان کے علاوہ خیر و بھلائی کے ایام ہوں ہم صدقہ و خیرات کرتے ہیں، کیونکہ ان ایام میں اجر و ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے۔

* * *

مسلمانوں میں کرسمس کی طرح عید میلاد النبیؐ کا آغاز

دنیا بھر کے عیسائی جس انداز میں کرسمس مناتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں۔ محافل بپا کرتے، گرجا گھر اور بازار سجاتے ہیں اور عبادات کرتے ہیں، بالکل ایسے ہی یہی کام اسی سوچ اور عقیدہ کے تحت مسلمان ''میلاد النبی'' کی صورت میں کرنے لگے ہیں۔ جو کچھ عیسائیوں کے ہاں کرسمس میں ہوتا ہے، نام نہاد مسلمان وہی کچھ اسی انداز میں عید میلاد پر کرتے ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی وفات کے وقت باقاعدہ تاکید فرمائی تھی کہ میرے بارے میں ایسا غلو مت کرنا جیسے یہود و نصاریٰ نے پہلے انبیاء کے بارے میں کیا۔ مسلمان نبی اکرم ﷺ سے عقیدت اور محبت کے نام پر وہی کچھ کر رہے ہیں جس سے پیارے رسول ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ بظاہر عقیدت و احترام کے نام پر نبی اکرم ﷺ کی شان اللہ سے بھی بڑھا دیتے ہیں اور آپ کی محبت میں عیسائیوں کی تقلید میں وہی کچھ کرتے چلے جا رہے ہیں جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن پر کرتے ہیں۔ کرسمس کے آغاز کا احوال آپ جان چکے، آیئے ایک نظر اس عید میلاد پر ڈال لیجئے تاکہ اس کے آغاز سے آپ کو اندازہ ہو جائے کہ یہ رسم بھی کب کی پیداوار ہے۔

نئی بدعت کب شروع ہوئی؟

عیسائیوں اور یہود و ہنود کی دیکھا دیکھی لوگوں نے جو بدعات آج ایجاد کر لی ہیں، ان میں ربیع الاول کے مہینہ میں میلاد کا جشن بھی ہے جسے ''جشن آمد رسول'' بھی کہا جاتا ہے اور یہ جشن کئی طریقوں سے منایا جاتا ہے:

کچھ لوگ تو اسے صرف اجتماع تک محدود رکھتے ہیں یعنی وہ اس دن جمع ہو کر نبی

ﷺ کی پیدائش کا قصہ پڑھتے ہیں، یا پھر اس میں اسی مناسبت سے تقاریر ہوتی ہیں اور قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کھانے تیار کرتے ہیں اور مٹھائی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ جشن مساجد میں مناتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے گھروں میں مناتے ہیں۔

کچھ ایسے بھی ہیں جو اس جشن کو مذکورہ بالا اشیاء تک ہی محدود نہیں رکھتے، بلکہ وہ اس اجتماع کو حرام کاموں میں مبتلا کر دیتے ہیں، جس میں مرد و زن کا اختلاط اور رقص و سرود اور موسیقی کی محفلیں سجائی جاتی ہیں اور شرکیہ کام کیے جاتے ہیں، مثلاً نبی کریم ﷺ سے استغاثہ اور مدد طلب کرنا، دشمنوں پر نبی ﷺ سے مدد مانگنا، وغیرہ حرام و مشرکانہ اعمال کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

جشن میلاد النبی کی جتنی بھی انواع و اقسام ہیں اور اسے منانے والوں کے مقاصد چاہے جتنے بھی مختلف ہوں بلاشک وشبہ یہ سب کچھ حرام اور بدعت اور دین اسلام میں ایک نئی ایجاد ہے، جو فاطمی شیعوں نے دین اسلام اور مسلمانوں میں فساد کے لیے پہلے تینوں افضل دور گزر جانے کے بعد ایجاد کی۔

اسے سب سے پہلے منانے والا اور ظاہر کرنے والا شخص اربل کا بادشاہ ملک ابوسعید مظفر الدین کوکبوری تھا، جس نے سب سے پہلے جشن میلاد النبی چھٹی صدی کے آخر اور ساتویں صدی کے اوائل میں منائی، اس کا تذکرہ مورخوں مثلاً ابن خلکان وغیرہ نے کیا ہے۔

ابو شامہ کا کہنا ہے کہ:

''موصل میں جشن کو منانے والا سب سے پہلا شخص شیخ عمر بن محمد جو کہ مشہور صلحاء میں سے تھا اور صاحب اربل وغیرہ نے بھی اسی کی اقتدا کی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ''البدایۃ والنھایۃ'' میں ابوسعید کوکبوری کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں:

''یہ شخص ربیع الاول میں میلاد شریف منایا کرتا تھا اور اس کا جشن پرجوش طریقہ سے مناتا تھا......''

انہوں نے یہاں تک کہا کہ: بسط کا کہنا ہے کہ:

''ملک مظفر کے کسی ایک جشن میلاد النبی کے دسترخوان میں حاضر ایک شخص نے بیان کیا کہ اس دسترخوان (یعنی جشن میلاد النبی کے کھانے) میں پانچ ہزار بھنے ہوئے بکرے، دس ہزار مرغیاں اور ایک لاکھ پیالیاں اور حلوے کے تیس تال پکتے تھے۔''

پھر یہاں تک کہا کہ:

''صوفیاء کے لیے ظہر سے فجر تک محفل سماع کا انتظام کرتا اور اس میں خود بھی ان کے ساتھ رقص کرتا اور ناچتا تھا۔''

دیکھیں: البدایۃ والنھایۃ (13/137)

''وفیات الاعیان'' میں ابن خلکان کہتے ہیں:

اور جب صفر کا مہینہ شروع ہوتا تو وہ مزاروں کو بیش قیمت اشیاء سے مزین کرتے اور ہر قبہ میں مختلف قسم کے گروپ بیٹھ جاتے۔ ایک گروپ گانے والوں کا اور ایک گروپ کھیل تماشہ کرنے والوں کا ہوتا اور ان قبوں میں سے کوئی بھی قبہ خالی نہ رہنے دیتے بلکہ اس میں انہوں نے گروپ ترتیب دیئے ہوتے تھے۔

اور اس دوران لوگوں کے کام کاج بند ہوتے اور صرف ان قبوں اور وہ خیموں میں جا کر گھومنے پھرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہ کرتے......''

اس کے بعد وہ مزید لکھتے ہیں:

''جب جشن میلاد میں ایک یا دو روز باقی رہتے تو اونٹ، گائے اور بکریوں کی بہت تعداد باہر نکالتے، جن کا وصف بیان سے باہر ہے اور جتنے ڈھول بجانے اور کھیل تماشے کے آلات اس کے پاس تھے وہ سب ان کے ساتھ لا کر انہیں میدان میں لے آتے......''

اس کے بعد یہ کہتے ہیں:

''جب میلاد کی رات ہوتی تو قلعہ میں نماز مغرب کے بعد محفل سماع منعقد کرتا۔'' (دیکھیں: وفیات الاعیان لابن خلکان (3/274)

جشن عید میلاد النبی کیوں منع ہے

جشن میلاد النبی کی ابتداء اور بدعت کا ایجاد اس طرح ہوا، یہ بہت دیر بعد پ
ہوئی اور اس کے ساتھ لہو ولعب اور کھیل تماشہ اور مال و دولت اور قیمتی اوقات کا ضیا
مل کر ایسی بدعت سامنے آئی جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔

مسلمان شخص کو تو چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سنت کا احیاء کرے اور جتنی بھ
بدعات ہیں۔ انہیں ختم کرے اور کسی بھی کام کو اس وقت تک سرانجام نہ دے جب
تک اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم نہ ہو۔

جشن میلاد النبی ﷺ کئی ایک وجوہات کی بنا پر ممنوع اور مردود ہے:

اول:

کیونکہ یہ نہ تو نبی کریم ﷺ کی سنت میں سے ہے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے
خلفاء راشدین کی سنت ہے۔

اور جو اس طرح کا کام ہو یعنی نہ تو رسول کریم ﷺ کی سنت اور نہ ہی خلفا
راشدہ کی سنت تو وہ بدعت اور ممنوع ہے۔

اس لیے کہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پر عمل پیرا رہو، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے''

(احمد (4/126) اور ترمذی نے حدیث نمبر 2676 میں روایت کیا ہے

میلاد کا جشن منانا بدعت اور دین میں نیا کام ہے جو فاطمی شیعہ حضرات
مسلمانوں کے دین کو خراب کرنے اور اس میں فساد بپا کرنے کے لیے پہلے تین افضل

دور گزر جانے کے بعد ایجاد کیا اور جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کام کرے جو رسول کریم ﷺ نے نہ تو خود کیا اور نہ ہی اس کے کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے بعد خلفا راشدین نے کیا ہو تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا اور اس سے نبی ﷺ پر یہ تہمت لگتی ہے (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ نے دین اسلام کو لوگوں کے لیے بیان نہیں کیا اور ایسا فعل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان کی تکذیب بھی لازم آتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔''

(المائدہ:3)

کیونکہ وہ اس کام کو دین میں شامل سمجھتا ہے اور نبی ﷺ نے اسے ہم تک نہیں پہنچایا۔

دوم:

جشن میلاد النبی ﷺ منانے میں نصاریٰ (عیسائیوں) کے ساتھ مشابہت ہے، کیونکہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی میلاد کا جشن مناتے ہیں اور عیسائیوں سے مشابہت کرنا حرام ہے۔

حدیث شریف میں بھی کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا اور ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، رسول کریم ﷺ نے اسی طرح اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''جس نے بھی کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہے۔'' (مسند احمد (2/50) سنن ابو داؤد (4/314)

ایک روایت میں ہے:

''مشرکوں کی مخالفت کرو۔''

(صحیح مسلم شریف حدیث (1/222) حدیث نمبر (259)

خاص کر ان کے دینی شعائر اور علامات میں تو مخالفت ضرور ہونی چاہیے۔

غلو کا سبب

سوم:

جشن میلاد النبی ﷺ منانا بدعت اور عیسائیوں کے ساتھ مشابہت تو ہے ہی اور یہ دونوں کام حرام بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اسی طرح یہ غلو اور ان کی تعظیم میں مبالغہ کا وسیلہ بھی ہے، حتیٰ کہ یہ راہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے استغاثہ اور مدد طلب کرنے اور مانگنے کی طرف بھی لے جاتا ہے اور شرکیہ قصیدے اور اشعار وغیرہ بنانے کا باعث بھی ہے، جس طرح قصیدہ بردہ وغیرہ بنائے گئے۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ نے تو غلو آمیز مدح اور تعریف کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

''میری تعریف میں اس طرح غلو اور مبالغہ نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ مریم علیہ السلام کی تعریف میں غلو سے کام لیا، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، تم (مجھے) اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔''

(صحیح بخاری (4/142) حدیث نمبر (3445) دیکھیں فتح الباری (6/551)

یعنی تم میری مدح اور تعریف و تعظیم میں اس طرح غلو اور مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی مدح اور تعظیم میں مبالغہ اور غلو سے کام لیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی بھی عبادت کرنا شروع کر دی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

''اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ پر حق کے علاوہ کوئی اور بات کرو، مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں، جسے اس نے مریم کی جانب ڈال دیا اور وہ اس کی جانب سے روح ہیں) (النساء: 171)

کیا ان لوگوں کو یہ علم نہیں کہ یہ ایک خالصتاً نصرانی تہوار ہے مسیح علیہ السلام کی عید

میلاد کرسمس جو ہر میلادی سال کے آخر میں منائی جاتی ہے اور اس میں شرکت کرنی ان کے دینی شعار میں شرکت ہے اور اس سے فرحت و سرور حاصل کرنا کفر کے شعار اور اس کے ظہور اور غلبہ پر خوشی و سرور ہے اور اس میں مسلمان کے عقیدہ اور ایمان کو خطرہ ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا صحیح حدیث میں فرمان ہے کہ: ''جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے'' تو پھر وہ شخص جو ان کے دینی شعار میں شرکت کرے اس کا کیا بنے گا؟

اور یہ ہمیں حتماً اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ ہم کفار کے تہواروں کو جانیں اور اس سلسلہ میں ایک مسلمان شخص پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس کی مخالفت کی کیفیت کیا ہوگی جو کہ ہمارے دین حنیف کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے، بلکہ ان کے تہواروں اور شعائر کا تعارف اس مقصد اور ارادے سے ہو کہ ان تہواروں سے اجتناب کیا جائے اور دوسروں کو بھی اس سے بچایا جائے۔

ہم پر کفار کے تہواروں کا تعارف حاصل کرنا کیوں ضروری ہے؟

یہ بات متفق علیہ ہے کہ مسلمان شخص کے لیے کفار کے حالات جاننا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ہی ان کے شعار اور عادات کی معرفت اس کے لیے اہم ہے۔ جب تک وہ انہیں اسلام کی دعوت نہ دینا چاہے لیکن جب ان کے شعار جاہل قسم کے مسلمانوں میں سرایت کر رہے ہوں اور وہ اس میں قصداً یا بغیر قصد کے مبتلا ہو رہے اور اس پر عمل کر رہے ہوں تو اس وقت ان کے لیے ضروری ہو جاتا ہے تاکہ ان سے اجتناب کیا جا سکے، اس آخری دور میں اس کی ضرورت بہت زیادہ ہوگئی ہے جس کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

① کفار کے ساتھ کثرت سے میل جول اور اختلاط چاہے وہ مسلمان کا ان کے ملک میں حصول تعلیم کے جانے کی صورت میں ہو یا پھر سیر و سیاحت اور تجارت کے لیے یا کسی اور سبب کی بنا پر، تو ان کے ممالک میں جانے والے یہ لوگ وہاں ان کے کچھ دینی شعار اور کام دیکھتے ہیں تو انہیں یہ کام اچھے لگتے

ہیں تو یہ ان کی پیروی کرنا شروع کر دیتے ہیں اور خاص کر نفسیاتی ہزیمت و شکست کے ساتھ اور ان کا کفار کو شدید قسم کی پسندیدگی کی نظروں سے دیکھنا ان کے ارادہ کو سلب کر لیتا ہے اور ان کے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے جس کی بنا پر ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے بہت سے مغربی ثقافت کے دلدادہ لوگ کافروں کو ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ لوگ کہتے ہیں، حتیٰ کہ ان کی عادت اور عادتاً کیے جانے والے اعمال میں بھی انہیں ترقی کے اسباب نظر آتے ہیں یا پھر یہ اس طریقہ سے ہوتا ہے کہ ان کے تہواروں کو غیر مسلم اقلیت کی تنظیموں اور گروہوں کے ذریعہ اسلامی ممالک میں ظاہر کیا جاتا ہے جس سے جاہل قسم کے مسلمان لوگ متاثر ہوتے ہیں۔

② یہ معاملہ اور بھی خطرناک اس لیے بھی ہوگیا ہے کہ میڈیا جو کہ ہر چیز کو تصویر اور آواز کے ساتھ روئے زمین میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کفار کا میڈیا اپنی عادات اور شعار نشر کرنے میں مسلمانوں کے میڈیا کی بنسبت زیادہ قوی اور طاقتور ہے اس کے برعکس مسلمان میڈیا کے پاس کچھ بھی طاقت نہیں۔ مسلم ممالک کے بہت سے فضائی چینل دوسروں کے تہوار نشر کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور خاص کر عیسائیوں کے تہوار نشر کیے جاتے ہیں۔ زیادہ خطرناک بات یہ ہے جس سے معاملہ اور زیادہ خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے کہ بعض عالمی تنظیموں نے مسلم ممالک میں کافروں اور بدعتیوں کے بہت سے تہوار اور شعار اور ان کے جشن کو ترویج دی اور انہیں عرب فضائی چینلوں کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیا تو اس سے مسلمان دھوکہ کھا گئے کیونکہ یہ مسلمان ممالک سے نشر کیے جا رہے ہیں اور اسلامی ممالک میں جشن منائے جا رہے ہیں۔

③ مسلمانوں کو تاریخ کے ساتھ ساتھ اس مشکل کا سامنا رہا ہے کہ بعض مسلمان غیر مسلموں سے میل جول کی بنا پر ان کے شعار سے متاثر ہوئے جن کی بنا پر

مسلمان علمائے دین کو اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ وہ عام مسلمانوں کو مسلمانوں کے علاوہ دوسروں کے تہواروں اور ان کے شعائر کی تقلید کرنے سے اجتناب کرنے کا کہیں جو ان عیسائیوں سے لیے گئے ہیں۔

4۔ عصر حاضر میں ان کے بعض تہوار بہت بڑے اجتماع میں بدل چکے ہیں اس کے خصائص وہی پرانے تہوار والے ہیں اور اس میں بہت سارے مسلمان بغیر کسی علم کے ہی شریک ہو جاتے ہیں، جیسا کہ کھیلوں کے اولمپک مقابلے ہوتے ہیں جو کہ اصلاً یونانیوں اور پھر رومیوں اور پھر عیسائیوں کا تہوار ہے اور اسی طرح وہ مہر جانات جو خرید وفروخت یا پھر ثقافت وغیرہ کے نام سے منعقد کیے جاتے ہیں حالانکہ اصل میں مہر جان فارسیوں کا تہوار ہے او ان مہر جانوں کا انعقاد کرنے والے اکثر لوگ اس سے لاعلم ہیں۔

⑤ شر اور برائی کو اس لیے جاننا کہ اس سے بچا اور اجتناب کیا جائے، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر و بھلائی کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میں شر و برائی کے متعلق ان سے اس ڈر کی بنا پر سوال کرتا کہ کہیں مجھے وہ پا نہ لے۔''

یہ تو ہر ایک کے علم میں ہے کہ سب سے عظیم اور خطرناک بیماری یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص کسی ایسے شعار کا مرتکب ہو جو کفار کے شعار میں ان کی خاص عادات میں سے ہو اور مسلمان اسے جانتا تک نہ ہو حالانکہ ہمیں اس سے اجتناب کرنے اور بچنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ پلیدی اور گمراہی ہے۔

***

کرسمس کارڈ سے عید کارڈ تک

عید میلاد مسیح کی نقل میں جس طرح مسلمانوں میں عید میلاد النبی شروع ہوئی ایسے ہی ایک بدعت کرسمس کارڈ کی طرح عید کارڈ کا فروغ پانا ہے۔ بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کا ارتکاب بہت اچھا ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ کسی قوم اور مذہب کا خاصا بن چکا ہوتا ہے، اس لیے مسلمانوں کے لیے ان امور کا ارتکاب حرام ٹھہراتا ہے۔

حدیث نبی ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ منهم

''جو کوئی بھی جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان میں سے ہوگا۔''

اگر دیکھا جائے کہ کارڈ بھیجنا ایک اچھا کام ہے لیکن چونکہ عیسائیت کے ساتھ یہ خاص ہو چکا ہے اور اس کا آغاز اور فروغ بھی عیسائی ممالک سے ہوا اور ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں کے اندر فروغ پا گیا، اس لیے مسلمانوں کے لیے اسلام کی رو سے ان کے افعال کی پیروی درست نہیں۔

بعض ہمارے دوست ایسا ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ ''تہنیتی کارڈ'' وغیرہ عیسائیوں کا خاصا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کوئی بھی کرسکتا ہے عیسائی، مسلم، یہودی یا پھر ہندو اور بدھ مت وغیرہ اگر کارڈ کی تاریخ اور اس ریت کے آغاز کو دیکھا جائے تو ان کی بات درست نہیں۔

کرسمس کارڈ

کرسمس کارڈ کی ابتدا 1843ء میں برطانیہ میں ہوئی، جب ان کے معاشرہ میں ریلوے اور ڈاک کے انتظام سے انقلاب آچکا تھا۔ ایک غالب خیال کے مطابق سب

سے پہلا کرسمس کارڈ جان کالکوٹ ہورسلے نے 1843ء میں اپنے دوست سر ہینری کول کو بھیجا۔ یہ کارڈ پوسٹ کارڈ کی طرز کا تھا جس میں تین خانے تھے۔ مرکزی خانے میں ایک عام برطانوی خاندان کو کرسمس ضیافت میں جشن مناتے دکھایا گیا لیکن دوسرے خانوں میں بھلائی اور محبت کے سماجی کاموں کی تصاویر بنائی گئیں اور کارڈ کی پیشانی پر لکھا تھا ''آپ کو کرسمس اور نیا سال مبارک ہو'' اس کارڈ کی ایک ہزار کاپیاں شائع کر کے صرف ایک شلنگ فی کارڈ فروخت کی گئیں۔ اشاعت اور ڈاک کے نظام میں ترقی کے باعث کرسمس کارڈ کا رواج عام ہوگیا جس میں کرسمس کے متعلق تصاویر شائع ہونے لگیں اور آج تک یہ رسم جاری ہے۔

عیسائیوں کے تہوار کرسمس کے موقع پر چھپنے والے ان کرسمس کارڈوں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں عید کارڈ چھپنے لگے اور بھیجے جانے لگے۔ اب تو یہ قبیح رسم انگریز کے دور غلامی کی یادگار ہے اور اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ شاید ہی کوئی مسلمان گھرانہ اس سے محفوظ ہوگا۔ عید کارڈ کا ثبوت نہ تو قرآن و حدیث میں ملتا ہے نہ فقہ میں۔ یہاں تک کہ اسلامی تاریخ بھی اس کے تذکرے سے خالی ہے۔ اب تو یہ بری رسم پوری دنیا میں پھیل گئی ہے۔ انگریز نے یہ رسم کس طرح شروع کی؟ اس کے بنیادی کردار کا اعتراف جرم ملاحظہ فرمائیں۔

اندر کی گواہی

کراچی کے اخبار روزنامہ ''نئی روشنی'' کے مالک و مدیر جی اے چودھری کے والد احمد بخش چودھری کہتے ہیں: ''مجھے اعتراف ہے کہ ایک دور تھا جب میں کسی مجبوری کے تحت حکومت برطانیہ کا آلہ کار تھا۔ میں برصغیر میں انگریزوں کے مفادات کے لیے مختلف کام سرانجام دیتا تھا جس کے عوض مجھے معاشی سہولتوں کے علاوہ دیگر مراعات بھی حاصل تھیں۔ جیسے ہی پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی مجھے محکمہ داخلہ کے انگریز سیکرٹری نے عید کارڈ دکھائے جو بطور خاص انگلینڈ سے چھپ کر آئے تھے۔ ان پر خانہ کعبہ، مسجد نبوی، کلمہ طیبہ اور براق وغیرہ کی خوبصورت رنگین تصویریں تھیں۔ مجھے کہا

گیا کہ یہ تمام عید کارڈ فروخت کئے جائیں گے۔ ایک عید کارڈ ایک دھیلے میں فروخت ہوگا۔ بعدازاں حکومت برطانیہ مجھے ہر فروخت شدہ عید کارڈ کے عوض ایک ٹکا (دو پیسے) دے گی، بشرطیکہ میں 5 ہزار عید کارڈ فروخت کروں۔ مجھے سختی سے تنبیہہ کی گئی کہ میں کسی کو بھی کوئی عید کارڈ بلاقیمت نہ دوں ورنہ میرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ حکومت کا خصوصی کارندہ ہونے کی بنا پر مجھے پورے برصغیر میں ٹرین پر مفت سفر کی سہولت حاصل تھی۔ میں نے مزید تین افراد کے لیے بھی مفت سفر کی سہولت حاصل کرلی۔ اب مجھے کارڈ فروخت کرنے پر ایک دھیلہ ملنا تھا، سفر مفت تھا۔ یعنی ''چپڑی اور وہ بھی دو دو۔''

رمضان المبارک کے دوران میں اور میرے یہ تینوں ساتھی دہلی سے کلکتہ تک سفر کے لیے نکل گئے اور ہر بڑے اسٹیشن پر اتر کر کتابوں اور اسٹیشنری کی دکانوں پر جا کر عید کارڈ فروخت کیے اور ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں پانچ ہزار سے کچھ زائد عید کارڈ فروخت کر دیئے جن کا گوشوارہ محکمہ داخلہ کو دے کر واجبات وصول کر لیے گئے۔

عید الاضحیٰ کی آمد سے ایک ماہ پہلے ہم پھر مہم پر نکلے۔ اس مرتبہ ہم نے کراچی سے راس کماری تک عید کارڈ فرخت کیے۔ اگلے برس محکمہ داخلہ نے بیس ہزار عید کارڈ دیئے۔ اس دفعہ مذہبی تصویر کے ساتھ ایسے کارڈ بھی دیئے گئے جن پر خوبصورت بچوں، پھلوں اور پھولوں کی تصویریں تھیں۔ ان بچوں کو عربی لباس پہنائے گئے تھے، حالانکہ وہ شکل وصورت سے انگریز بچے ہی لگتے تھے۔ یہ بھی بآسانی فروخت ہوگئے۔

تیسرے برس جو کارڈ ملے ان میں بچوں اور بچیوں کے لباس مختصر اور جدید فیشن کے مطابق کر دیئے گئے۔ چوتھے برس ہم نے پچاس ہزار سے زائد کارڈ فروخت کیے۔ یوں ہم نے اچھی خاصی دولت کمائی۔ جب ہم حساب کرنے لگے تو سیکرٹری صاحب نے رقم ادا کرنے کے بعد کہا کہ آئندہ کوئی کارڈ نہیں ملے گا۔ اگر اس سلسلہ کو جاری رکھنا چاہو تو تم خود چھپوا لو۔ اگلے رمضان المبارک سے پہلے ہی پورے برصغیر کے کتب فروشوں کے خطوط اور آرڈر موصول ہونے لگے۔ اب ہم مالی لحاظ سے اس

قابل ہوگئے تھے کہ اس کاروبار کو خود جاری رکھ سکتے تھے۔ ہم نے مختلف چھاپہ خانوں سے عید کارڈ چھپوائے۔ اگرچہ ان عید کارڈوں کی چھپائی انگلینڈ کے معیار کی نہیں تھی۔ تاہم پھر بھی اچھی خاصی تعداد میں نکاسی ہوگئی۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا اور بے شمار چھاپہ خانوں نے عید کارڈ چھاپنے شروع کر دیئے یوں یہ منافع بخش کاروبار وبا کی طرح پورے ملک میں پھیل گیا۔

چودھری صاحب نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: ''مجھے کافی عرصہ کے بعد احساس ہوا کہ سرکارِ برطانیہ نے ایک بے حد مذموم مقصد کے لیے مجھے آلۂ کار بنایا ہے۔ میں نادم ہوں کہ میں نے ایک بری رسم کا آغاز کیا جو سراسر اسراف بے جا ہے۔ آج عید کارڈوں کی وجہ سے کروڑوں مسلمان کئی کروڑ روپے اس قبیح رسم پر ضائع کر دیتے ہیں۔ آج جب میں دیکھتا ہوں کہ عید کارڈوں پر نیم عریاں تصاویر شائع ہو رہی ہیں تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کہ اس فحاشی کا آغاز میرے ہاتھوں ہوا۔ میں نے سرکار برطانیہ کے لیے بڑے بڑے کام کیے لیکن عید کارڈ کی رسم بد سے بڑا اور قوم دشمن کام کوئی نہیں کیا۔ یہ گناہِ عظیم ہے۔ آپ سب میری بخشش کے لیے دعا کریں اور یہ بھی کوشش کریں کہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر میری طرح ملت فروشی کے فعل قبیح میں ملوث نہ ہوں۔''

یہ واقعہ چودھری احمد بخش نے اپنے بیٹے کے روزنامہ ''نئی روشنی'' کے اسٹاف کو 1962ء کے اواخر میں اس وقت سنایا جس اسٹاف نے ان کے اعزاز میں ایک ٹی پارٹی کا اہتمام کیا تھا۔ اس واقعہ کو حارث غازی اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ ''نئی روشنی'' نے قلم بند کیا اور آخر میں لکھا کہ میں نے یہ واقعہ سننے کے بعد 1962ء کے بعد سے کسی کو کبھی کوئی عید کارڈ نہیں بھیجا۔

غور کا مقام ہے کہ جس انگریز کو ہمارے اکابر نے بڑی قربانیوں کے بعد برصغیر سے نکالا۔ ہم آج تک اس کی رسوم بد کو اپنے دل و دماغ سے نہ نکال سکے۔ انگریز کی مکاری ملاحظہ کیجئے کہ اس نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے پانچ سالہ

منصوبہ بنایا جس کی تکمیل ہم نے صرف چار سال میں کر دی۔ آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس نے تمام منصوبہ تجارتی غرض سے اپنے عید کارڈ فروخت کرنے کے لیے بنایا۔ اگر ایسا ہوتا تو منصوبہ کی تکمیل کے بعد وہ یہ نہ کہتا کہ ''اب عید کارڈ خود چھپوا کر فروخت کرو۔''

کارڈ بھیجنا عیسائی قوم کے ساتھ خاص ہے

ہندوستان کا ایک صاحب کچھ عرصہ کے لیے امریکہ میں رہنے پر مجبور ہو گئے تہنیتی کارڈ پر جو انہوں نے مشاہدہ کیا اسے پڑھیں تو یہ کہنا ہی بجا ہوگا کہ کارڈ عیسائیوں ہی کے مذہب کا خاصا اور رسم ہے۔ بقول ان کے دو اہم طریقے جس سے امریکن ایک دوسرے سے رابطے میں رہتے ہیں وہ سیل فون اور تہنیتی کارڈ ہیں۔ جب سے میں ہوسپس میں ہوں، مجھے سیل فون کالز کے مقابلے میں تہنیتی کارڈز زیادہ موصول ہو رہے ہیں۔ اس سے مجھے امریکہ میں عظیم تر صنعتوں میں سے ایک کا مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ ساتھ ہی مجھے تہنیتی کارڈز کے صارفین کی عادتوں کے بارے میں جاننے کا اتفاق بھی ہو رہا ہے۔ مجھے ہر قسم کے کارڈ موصول ہوئے ہیں بشمول ''ہپی برتھ ڈے'' کے۔ وہ جن پر مجھے شدید اعتراض ہے؟ چونکہ میں ایک ہسپس ہوں، وہ ''جلد صحت یاب ہو جاؤ'' کے کارڈ ہیں۔ کچھ لوگ یہ اندازہ ہی نہیں کر پائے ہیں کہ میں یہاں کیا کہہ رہا ہوں۔

گریٹنگ کارڈ ایسوسی ایشن کے مطابق ایک اوسط آدمی کو ہر سال 20 سے زیادہ کارڈ موصول ہوتے ہیں۔ ایک کارڈ کی اوسط قیمت 2 ڈالر سے 4 ڈالر ہے لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ کارڈ باتیں کریں تو آپ کو 10 ڈالر کا پڑے گا۔

لوگ تہنیتی کارڈ اس لیے بھیجتے ہیں کہ اس سے انہیں خط لکھنے کے وقت کی بچت ہو جاتی ہے۔ یہ کام آپ کے لیے ہال مارک (Halkmark) کرتا ہے۔ کارڈ احساس جرم کا بوجھ بھی ہلکا کرتے ہیں، خاص طور پر اگر وصول کرنے والا بیمار ہو۔ بعض لوگ آپ کو مضحکہ خیز کارڈ بھیجنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں۔ اس کی پروا کیے

بغیر کہ آپ کتنی زیادہ مشکل میں ہیں۔ وہ صرف آپ کو کارڈ بھیجتے ہیں بلکہ فون کرکے آپ سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ کارڈ آپ کو مل گیا ہے اور اگر آپ اس کی توقع کے مطابق ردعمل ظاہر نہیں کرتے تو انہیں دکھ ہوتا ہے۔

کچھ عرصہ قبل جب میں کنساس سٹی میں تھا تو میں نے ہال مارک کیمپس کا دورہ کیا تھا۔ وہاں متعدد عمارتیں تھیں اور مجھے انہیں دیکھنے کا موقع دیا گیا۔ میں نے پوچھا ''مضحکہ خیز کارڈ کہاں پر تحریر کیے جاتے ہیں؟'' میرے گائیڈ نے کہا ''ان رائٹرز کے لیے ہمارے یہاں ایک خصوصی عمارت ہے اور اس میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔'' میں اس توقع کے ساتھ اس عمارت کے قریب سے گزرا کہ مجھے قہقہے سنائی دیں گے لیکن وہاں تو موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گائیڈ نے کہا ''ان لوگوں میں حس مزاح ہی نہیں ہے۔''

جو پیچیدہ کارڈ مجھے ملتا ہے اس پر کوئی پیغام چھپا ہوا نہیں ہوتا ہے۔ بس ایک دلکش تصویر سامنے ہوتی ہے اور اندر خالی ہوتا ہے تاکہ آپ خود ہی اپنا ذاتی پیغام تحریر کرسکیں۔ اس میں خاصی تخلیقی صلاحیت درکار ہوتی ہے خاص طور پر جب آپ کارڈ کسی ایسے شخص کو بھیج رہے ہوں جو ہوسپس میں ہو۔

انتہائی مشکل کارڈ وہ ہوتے ہیں جن پر بھیجنے والے نہ صرف اپنے نام کا پہلا حصہ لکھا ہوتا ہے جیسے کہ جون، میری یا سوزن۔ بھیجنے والا یہ تصور کرتا ہے کہ وہ واحد جون، میری یا سوزن ہے جسے آپ جانتے ہیں اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ آپ مستقل اضطراب میں مبتلا رہیں، وہ لفافے پر جوابی پتہ تحریر نہیں کرتے۔

یقیناً، ڈاک خرچ تہنیتی کارڈز میں ایک بڑا کردار ادا کرتا ہے، ٹکٹوں کی قیمت ہر وقت بڑھتی رہتی ہے۔ اب یہ 39 سینٹ ہے لیکن اس کے باوجود بھی گیسولین کے ایک گیلن سے سستی ہے۔

گریٹنگ کارڈ کمپنیاں لوگوں کو نئے کارڈ خریدنے پر راغب کرنے کے لیے نئی تعطیلات یا مواقعوں کے بارے میں مسلسل سوچتی رہتی ہیں۔ آپ کے لیے ایڈمنسٹریٹر

پروفیشنلز ڈے (سابقہ سیکرٹری ڈے)، گرانڈ مدرز ڈے، سٹرن لازڈ کے کارڈ موجود ہیں اورحتیٰ کہ ایسے کارڈ بھی ہیں جو لوگ اس وقت بھیج سکتے ہیں جب وہ اپنے محبوب سے تعلقات توڑنا چاہتے ہوں۔ جبکہ مرد عام طور پر خواتین کے مقابلے میں ایک ہی کارڈ پر زیادہ رقم خرچ کر دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ مقبول ترین برتھ ڈے کارڈ ہیں جو کہ تمام خریدے جانے والے کارڈوں کا 60 فیصد ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمدردی کے کارڈوں کے لیے بھی ایک بڑی مارکیٹ موجود ہے۔

ہر مسلمان سے پانچ سوال

ہم سب مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دونوں جہانوں کی کامیابی اپنے حکموں پر نبی کریم ﷺ کے مبارک طریقوں کے مطابق عمل کرنے میں رکھی ہے۔عید ایک اسلامی تہوار ہے۔ اب ذرا دین اسلام کی رو سے عقل کو استعمال کر کے جائزہ لیں کہ اس انگریزی رسم سے مسلمانوں کو دنیا و آخرت کا کتنا نقصان ہے؟ نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ ”قیامت میں آدمی کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جب تک اس سے یہ چار سوال نہ کر لیے جائیں۔ (1) عمر کس مشغلہ میں ختم کی؟ (2) جوانی کس کام میں خرچ کی؟ (3) مال کس طرح کمایا اور کس کس مصرف میں خرچ کیا؟ (4) اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟......“ اس حدیث پاک کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہم جو کچھ کماتے ہیں، اس کے ہم مالک نہیں ہیں۔ بلکہ ہماری کمائی ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور آخرت میں وہ ہم سے اس کے خرچ کا حساب لے گا۔ اگر ہم نے اس کی امانت کو اس کے احکام کے مطابق خرچ کیا تو ہم امین قرار پائیں گے۔ ہماری ایک ذمہ داری تو حلال اور جائز طریقے سے کمانے کی ہے اور دوسری ذمہ داری اسے جائز طریقے سے خرچ کرنے کی بھی ہم پر عائد ہوتی ہے۔ اسلام میں فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے بلکہ فضول خرچ انسان کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ عام طور پر ایک کارڈ خرید کر اندرون ملک بھیجنے میں کم از کم پندرہ روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ اگر بیرون ملک بھیجا جائے تو صرف ڈاک خرچ ہی چالیس پچاس روپے بن

جاتا ہے۔ پھر جسے عید کارڈ بھیجا جائے وہ بھی ''جواب عرض'' کے طور پر عید کارڈ بھیجتا ہے۔ اس طرح طرفین کا خرچ دوگنا ہو جاتا ہے۔ یہ تخمینہ تو معمولی قیمت والے عید کارڈ کا ہے۔ قیمتی عید کارڈ سو روپے سے کم میں نہیں ملتا۔ اس طرح فی کارڈ کتنا خرچ ہوتا ہے؟ پھر اس پر بس نہیں...... گھر کا ہر فرد کئی کئی عید کارڈ بھیجتا ہے اور اس سارے خرچ سے طرفین کو دین کا فائدہ ہوتا ہے نہ دنیا کا۔

اسراف کیوں؟

عید کارڈ کی نسبت اور مشابہت عیسائیوں کی عید کرسمس اور نئے عیسوی سال کی خوشی میں بھیجے گئے کرسمس کارڈ اور ہیپی نیوایئر (Happy New Year) کارڈ کے ساتھ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کے مفہوم کے مطابق جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا اور اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دوسری قوموں سے مشابہت ہونے سے بچانے کے لیے مسلمانوں کو نیک اعمال اور احسن امور کا حکم دیا۔ مثلاً عاشورہ پر دس محرم کے روزہ کے ساتھ نویں یا گیارہویں محرم کا روزہ ملانے کا حکم دیا کیونکہ یہودی دس محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ پگڑی ٹوپی پر باندھنے کا حکم دیا کیونکہ دوسری قومیں بغیر ٹوپی کے پگڑی باندھتی تھیں۔

عید کارڈ پر روپیہ برباد کرنے والوں کو جب صدقۂ فطر جو واجب ہے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو وہ کم سے کم نصاب کے مطابق پورا پورا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کہیں زیادہ نہ چلا جائے، حالانکہ صاحب حیثیت افراد کو چاہیے کہ مہنگے نصاب یعنی کھجور کے مطابق صدقۂ فطر دیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فی کلو گندم کی بجائے فی کلو کشمش کے حساب سے فطرانہ دیتے تھے اور یہ صدقہ فطر دینے کی بات تو ان کے لیے ہے جو دیتے ہیں مگر جو سرے سے دیتے ہی نہیں ان کا تو ذکر ہی کیا۔

قابل مثال واقعہ

عید کارڈ کے حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ کی زندگی سے ایک رہنما واقعہ ملتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے اللہ نے اسلام کا بہت ہی کام لیا وہ تیس سال سے زائد عرصہ فرانس میں رہے۔

وہ صاحب کردار ہونے کے ساتھ ساتھ ایثار کا مجسمہ بھی تھے۔ انہیں مادی حرص چھو کے بھی نہیں گزری تھی۔ انہوں نے مادی خوش حالی کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ وہ کہتے تھے کہ ''درویشی میرا افتخار ہے'' نکتے کی بات یہ ہے کہ وہ راہب سادھو یا تارک الدنیا نہیں تھے، بلکہ ایک معروف معلم تھے۔ اس کے علاوہ معلم تربیت بھی تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ پر خدا تعالیٰ کی یہ خاص عنایت تھی کہ وہ اپنی علمی اور روحانی کمائی اور علم کی عطا کردہ دولت دوسروں پر بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ اپنے خزانۂ علمی کو مفت تقسیم کرتے تھے۔ انہوں نے بون اور پیرس سے ڈگریاں حاصل کیں لیکن ان کی نہ منصب کا زینہ بنایا اور نہ ہی مادی خوشحالی اور وجاہت کا۔

اپنے نام آئے ہوئے خطوط کے جواب وہ پابندی سے دیتے تھے اور زیادہ تر پوسٹ کارڈ استعمال کیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کے نام آئے ہوئے خطوط میں جن پر ڈاک ٹکٹ پر مہر نہیں لگی ہوتی تھی تو اسے اپنے استعمال میں لے لیا کرتے تھے، مگر اتنی رقم خیرات کر دیا کرتے تھے۔ ہر چند کہ یہ محکمۂ ڈاک کی بھول چوک سے ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود اس ٹکٹ کو استعمال کرنے پر آمادہ نہ ہوتے۔

وہ زندگی کے ہر معاملے کی طرح لکھتے وقت بھی زیاں اور فضول خرچی سے اجتناب کرتے تھے۔ چھوٹے سے کاغذ پر باریک باریک اس طرح لکھتے تھے کہ کاغذ ضائع نہ ہو۔ ان کے نزدیک یہ فلسفہ زیاں کس قدر اہم ہے اسے اس واقعے کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے جو ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بیان کیا ہے کہ

''میں نے سرکاری طور پر ایک محکمے کا چارج لیا تو مجھ سے پہلے جو سربراہ تھے انہوں نے ہزاروں عید کارڈ چھپوا رکھے تھے۔ ان میں سے ایک کارڈ میں نے ڈاکٹر

حمید اللہ کو بھی بھیجوا دیا۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے لکھا۔

مکرمی السلام علیکم!

آپ کا عید کارڈ ملا۔ یاد رکھنے کا شکریہ۔ لیکن یہ دیکھیے کہ اگر دنیا کے ایک ارب مسلمانوں میں سے دس فیصد یعنی دس کروڑ لوگ عید کارڈ بھیجیں اور ایک کارڈ کی قیمت ایک روپیہ بھی اور اسے بھیجنے کی لاگت ایک روپیہ ہو تو اس طرح سے مسلمان کا 35 یا 40 کروڑ روپیہ ضائع ہو گیا۔ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ کیا اس سے تعلیمی ادارے نہیں بن سکتے تھے؟ کیا اس رقم سے دینی درس گاہیں نہیں بن سکتی تھی؟ کیا افریقی مسلمان جو ان گنت مسائل میں گھرے ہوئے ہیں، ان کی مدد نہیں کی جا سکتی تھی؟ اس پر غور فرمائیے اور پھر جو رائے ہو اس سے مجھے مطلع فرمائیے۔'' پاکستان میں بڑھتی ہوئی مہنگائی، غربت، بے روزگاری کس سے پوشیدہ ہے ایسے حالات میں جبکہ بھوک کی وجہ سے لوگ خودکشی کر رہے ہیں مہنگائی کی وجہ سے اپنے بچے چھوڑ رہے ہیں تو ان حالات میں عید کارڈ بھیجنا کہاں کی دانائی ہے۔

ہم مسلمان ہیں ان سب تناظر میں ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارے تمام اعمال سو فیصد اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی ﷺ کے مبارک طریقوں کے مطابق ہیں یا نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں محنت اور کوشش کر کے زندگی دین اسلام کے مطابق بنا لینی چاہیے۔ اسی میں ہماری دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

عید ایک خالص مذہبی تہوار ہے۔ اسلام میں مسلمانوں کے لیے صرف دو ہی عیدیں ہیں۔ انہیں خالص اسلامی طریقے سے سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہی منانا چاہیے۔ اس میں نہ تو اغیار کی نقل کی جائے نہ ہی فضول خرچی والے کام کیے جائیں۔ ایک حدیث پاک کے مفہوم کے مطابق تحائف دینے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ عید پر ایسے تحفے دیں جن سے تحفہ لینے والے کا دین و دنیا کا بھلا ہو۔ عید کارڈ کی قیمت کے برابر اچھی اسلامی و اصلاحی کتب مل جاتی ہے۔ وہ دینے سے اگر کسی ایک کی بھی اصلاح ہو جائے تو ہمارے لیے صدقہ جاریہ ہوگا جو ہماری بخشش کا

ذریعہ بنے گا۔ اسی طرح اصلاحی مواعظ پر مشتمل کیسٹیں اور سی ڈی بھی مل جاتی ہیں۔ کسی کو کوئی اچھا سا دینی رسالہ لگوا دیں۔ اس سے رسالے کی مدد سے اشاعت دین میں اضافے کے ساتھ آپ کے پیاروں کی اصلاح بھی ہوگی۔

اس رقم سے عید سے قبل کسی غریب کو اس کی عید کی ضروریات کے مطابق چیزیں خرید کر دیں تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکے۔ اس طرح آپ کو بھی عید کی حقیقی خوشیاں ملیں گی اور آپ اغیار کی مشابہت سے بھی بچ جائیں گے۔ عید پر رشتہ داروں اور احباب کو خط لکھیں، اس میں عید مبارک کے ساتھ ہی تمام گھر والوں کی خیریت بھی معلوم ہو جائے گی اور سلام دعا سے نیکیاں بھی حاصل ہو جائیں گی۔

* * *

کرسمس کے تہوار کی مخالفت مسلمانوں پر کیوں لازم ہے؟

انسان جب مقصدِ حیات سے غافل ہو جاتا ہے تو بہت سی خرافات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اعمال صالح میں کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ دنیا کی رغبت اسے ایسے اعمال کی طرف لے جاتی ہے جن سے صریحاً اسلام نے منع کیا ہوتا ہے۔ اول تو شیطان کے بہکاوے سے اسے یہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ شریعت اسلامیہ نے ایسے اقوال و افعال سے منع کیا ہے اور اگر خبر ہو بھی تو اسلام سے دوری اور دنیا سے رغبت آڑے آتی ہے اور وہ اسے معمولی گناہ تصور کرتا چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی بہت سے اعمال مسلمانوں نے اپنا لیے ہیں، بالخصوص غیر مسلم تہواروں میں شرکت اور انہیں غیر مسلم اقوام کی طرح منانا شروع کر دیا ہے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے یہود و نصاریٰ کے ہر خاص فعل کی مشابہت سے بچنے کا حکم دیا ہے حدیث رسول ﷺ ہے۔

غیر مسلم کی مشابہت سے بچو

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال : قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم[1] (اخرجه ابو داؤد و صححه ابن حبان)

---

[1] (حسن صحیح) (ابوداود 4031) صحیح ابی داؤد (3401) ابن تیمیہ نے "الاقتضاء (ص:39) میں فرمایا اس کی سند جید ہے۔ عراقی نے تخریج الاحیاء (342/1) میں فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ نے فتح الباری (222/10) میں فرمایا اس کی سند حسن ہے۔ مفصل تخریج و تصحیح کے لیے دیکھئے حجاب المرئة المسلمة للالبانی (104) تحفة الاشراف (275/6)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی سے ہے۔''

(اسے ابوداود نے روایت کیا اور ابن حبان نے صحیح کہا)

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان میں سے ہی ہے، اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان کفار کی خاص وضع قطع، لباس و حجامت وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی کا ساتھی ہے کیونکہ ان کی وضع قطع اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے مسلمانوں کی وضع قطع کی بجائے کفار کی وضع قطع پسند ہے جب کہ کفر کے طریقے کو پسند کرنا ایمان کے منافی ہے۔ ہمیں تو کفار کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اجزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس

''مونچھیں کترو اور داڑھیاں بڑھاؤ مجوس کی مخالفت کرو۔'' (مسلم 222)

اسی طرح زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تبروا الشیب والا تَشَبَّهُوا بالیهود

''بالوں کی سفیدی کو بدل دو اور یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔''

(صحیح الترمذی 333)

جب بالوں کی سفیدی اور داڑھی اور مونچھوں کی وضع قطع تک میں مجوس و یہود کی مخالفت کو مدنظر رکھا گیا ہے تو کفار کی خاص رسوم جو ان کے علیحدہ مذہبی یا قومی تشخص کی علامات ہیں، مسلمانوں کے لیے کس طرح جائز ہوسکتی ہیں۔ کرسمس کا تہوار خالصتاً نصاریٰ (عیسائیوں) کا ہے، اسے مسلمان کس طرح منا سکتے ہیں۔

یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب کوئی آدمی کسی قوم کی مشابہت ظاہر میں اختیار کرتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کا باطن بھی انہی کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، اسی لیے کفار سے مشابہت کو حرام قرار دیا گیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک نہایت عمدہ اور نفیس کتاب لکھی ہے۔

"القضاء الصراط المسقيم مخالفة اصحاب الجحيم"[1]

"اس میں قرآن وسنت اور آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں پر کفار کی مشابہت سے اجتناب اوران کے طور طریقوں کی مخالفت فرض ہے۔"

تشابہات میں ایسی ہی بہت سی باتیں شامل ہیں جو عیسائیت کے ساتھ خاص ہیں مگر ناواقف مسلمان بھی کرتے ہیں۔ ان کے تہواروں سے بچنا ایمان بچانا ہے۔

مشتبہ امور

عن النعمان بن بشير رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول واهوى النعمان اصبعه الى اذنيه.: ان الحلال بين والحرام بين، وبنهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرا لدينه و عرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام، كالراعي يرعى حول الحمى يوشك ان يقع فيه، الا وان لكل ملك حمى، الا وان حمى الله محارمه، الا وان في الجسد مضغة اذ صلحت صلح الجسد كله، واذا فسدت فسد الجسد كله، الا وهي القلب. (متفق علیہ)

"نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ نعمان نے یہ بات اپنی انگلیاں کانوں کی طرف لے جاتے ہوئے کہی۔ "یقیناً حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو شخص شبہوں سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی اور جو شبہ والی چیزوں میں جا پڑا وہ حرام میں جا پڑا جیسا کہ وہ چرواہا جو ممنوعہ چراگاہ کے اردگرد مویشی چرانے والا ہے، قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں جا پڑے یاد رکھو ہر بادشاہ کی کوئی نہ کوئی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے خبردار اللہ کی ممنوعہ چراگاہ

---

[1] اس کی تلخیص کا اردو ترجمہ مکتبہ سلفیہ لاہور نے "راہ حق کے تقاضے" کے نام سے شائع کیا ہے۔

اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ خبردار اور جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے،
جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب
ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے یاد رکھو وہ دل ہے۔'' (متفق علیہ)

تخریج: (بخاری:52) مسلم المساقاۃ:107) وغیر

حرام ظاہر ہے مثلاً خنزیر کا گوشت، شراب، زنا، غیبت، چغلی اور جھوٹ وغیہ
ان دونوں کا حکم واضح ہے جس کی حرمت صاف قرآن و حدیث میں آگئی، وہ حرا
ہے۔ جس کا حلال ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہوگیا وہ حلال ہے جس پر اللہ تعا
نے خاموشی اختیار فرمائی وہ بھی حلال ہے، اسی طرح جس چیز کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بط
احسان فرمایا وہ بھی حلال ہے۔

ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ ان کی مشابہت حلال سے بھی
اور حرام سے بھی، ان کا حکم بہت سے لوگ نہیں جانتے، صرف پختہ عالم ہی جا
ہیں۔ اگر کوئی شخص حرام سے بچنا چاہے تو وہ ان مشتبہ چیزوں سے بھی بچے کیونکہ ا
ان چیزوں کا استعمال شروع کر دے گا تو حرام سے صحیح نفرت باقی نہیں رہے گی آہ
آہستہ واضح حرام چیزوں کا استعمال بھی شروع کر دے گا۔

جو شبہات میں جا پڑا وہ حرام میں جا پڑا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قریب ہے
وہ حرام میں جا پڑے کیونکہ اگر یہ مطلب نہ ہو تو پھر مشتبہات صاف ہی حرام کی قسم
جائیں گی جب کہ یہ بات درست نہیں۔

جو شخص تشابہات سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی کیو
تشابہات سے بچے گا تو صریح حرام سے بدرجہ اولی بچے گا، اس نے اس کا دین محف
ہوگیا، عزت اس لیے کہ اگر شبہ والی چیزیں استعمال کرے گا تو عام لوگ بدگمان
جائیں گے جس سے اس کی عزت پر حرف آئے گا۔

کرسمس کی مبارک باد دینا

نصاریٰ کے باطل عقائد جاننے کے بعد اور ان کے ایسے گستاخانہ خیالات معل

ہونے کے بعد جن کی وجہ سے اگر زمین و آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں۔ مسلمانوں کے سامنے ایک بڑا سوالیہ نشان ہے، کیا مسلمانوں کے لیے کسی بھی صورت میں یہ جواز نکل سکتا ہے کہ وہ نصاریٰ کو ان کے دینی جشن یا مشرکانہ و کفریہ عقائد پر مبنی کسی دینی تہوار پر ان کو مبارک باد دیں یا ان کے ساتھ شریک ہوں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کے غیظ وغضب کو سامنے رکھتے ہوئے کسی مسلمان میں یہ جرأت ہوگی کہ ایسے غلط عقیدے کے جشن پر نصریٰ کو مبارک باد پیغام تہنیت و تبریک پیش کرے، جس کے سننے سے زمین و آسمان پھٹ پڑیں۔ کرسمس کی مبارک دینا اور اپنے اقوال و افعال سے ان کے اس باطل نظریے پر مبنی اجتماعات. و مواقع پر اپنی خوشی کا اظہار کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ کیا اپنے فعل سے ہم اس بات کا اعتراف نہیں کرتے کہ جو کچھ وہ لوگ کر رہے ہیں ٹھیک ہے؟ کیا ہم اس طرح ان کے غلط عقائد اور کفریہ نظریے پر صاد نہیں کرتے؟

ہمارے بعض مسلمان بھائی تو یہاں تک جرأت کرتے ہیں کہ نصاریٰ کو ایسے موقعوں پر صرف کارڈ ہی نہیں بھیجتے بلکہ انہیں قیمتی تحائف بھی پیش کرتے ہیں اور اپنی دکانوں، مکانوں اور دفاتر کو کرسمس ٹری اور رنگین برقی قمقموں سے مزین بھی کرتے ہیں۔ اس مغربی تہذیب کی اندھی تقلید نے ہمیں اس سطح تک پہنچا دیا کہ ہر چیز میں یہاں تک ان کی دینی معاملات میں بھی اتباع کرنے لگے۔ سکولوں میں مسلمان بچوں پر اس تہوار کی زبردست یلغار ہوتی ہے۔ کرسمس فیئر، کرسمس ڈنر، کرسمس ڈراموں کے ایسے لامتناہی سلسلے شروع ہوتے ہیں کہ بچے ان میں مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر مسلمان بچوں کو اپنے والدین کی طرف سے یا مساجد و مراکز اسلامی کی جانب سے درست ہدایات، صحیح عقائد اور غیر مسلموں کے دینی تقضاء کے سلسلے میں اسلام کے موقف کی تعلیم و رہنمائی کا نہ ملنا ان کے معصوم ذہنوں کو مزید تردد اور شکوک شبہات کی طرف لے جاتا ہے۔ کرسمس کے موقع پر بجائے اس کے کہ والدین اپنے بچوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح معلومات بہم پہنچائیں وہ خود ہی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر سینکڑوں کی تعداد میں کرسمس کارڈ ان کے سکولوں کے دوستوں اور ساتھیوں کے

لیے تیار کرواتے ہیں اور گھر گھر پہنچاتے ہیں۔

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نصاریٰ و مشرکین کی ایسی عیدوں اور تہواروں میں شرکت کو گناہ کبیرہ سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں ''جو مسلم بلاد عجم (بلاد کفر) میں قیام کرے ان کے جشنِ نوروز وغیرہ میں شرکت کرتے ہوئے ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اور اسی حالت میں (بغیر توبہ کے) مر جائے تو اس کا حشر بروز قیامت انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا۔''

سارے علماء و فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمان کو کفار کی عیدوں اور تہواروں میں شرکت کرنا اور اپنی خوشی و مسرت کا ایسے مواقع پر اظہار کرنا یہاں تک کہ ایسے مواقع پر اپنے معمولات میں تبدیلی کرنا، چھٹیاں کرنا، کام بند کرنا وغیرہ وغیرہ جائز نہیں۔ بعض علماء نے نصاریٰ و کفار کی مشابہت سے بچنے کے لیے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو ایسے موقعوں پر کھانے پر بلاتا ہے یا دعوت وغیرہ کا اہتمام کرتا ہے تو اس کی دعوت قبول نہ کرے۔

اس سلسلے میں بھی علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسی چیزوں کی فروخت بھی جائز نہیں جس سے کفار و مشرکین اپنے مذہبی تہوار اور اعیاد منعقد کرنے میں مدد لیتے ہوں، مثلاً کرسمس ٹری یا کرسمس کارڈ و سجاوٹ کی چیزیں وغیرہ۔ ہمارے بہت سارے مسلمان بھائیوں کی ٹرکی کھانے کی اشتہاء کرسمس ہی کے موقع پر ہوتی ہے پورے سال اس کی طرف توجہ یا رغبت نہیں ہوتی مگر کرسمس کے دن نصاریٰ کی طرح اس کا خاص اہتمام ہوتا ہے، یہ بھی نصاریٰ سے مشابہت ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ برطانیہ میں کرسمس کے مواقع پر کرسچین دوستوں و پڑوسیوں کو تحفہ تحائف دینے کا مسلمانوں میں کافی رواج ہے جو قطعاً صحیح نہیں ہے۔ یہ تحفے تحائف عام دنوں میں دیئے جائیں یا ایسے مواقع پر دیئے جائیں جو دینی نہ ہوں تو اس کا حکم بالکل مختلف ہوگا لیکن خاص کرسمس کے موقع پر بر سبیل تعظیم معمولی تحفہ دینا بھی جائز نہیں۔ اس سلسلے میں علما احناف کا موقف بہت سخت ہے۔ فرماتے ہیں۔ ''اگر کسی مسلمان نے کسی کو نوروز کے دن (جو

مجوس کا مذہبی تہوار ہے) بر سبیل تعظیم ایک انڈا بھی تحفتہً دیا تو گویا اس نے کفر کیا۔“

امام ابن قیم کا مؤقف

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ (اپنی کتاب احکام اہل الذمہ میں) فرماتے ہیں کہ کفار و مشرکین کو ان کے دینی و مذہبی شعائر پر مبارک باد و پیغام تہنیت دینا بالاتفاق حرم ہے۔ کسی عیسائی کو کرسمس کے موقع پر یہ کہنا کہ کرسمس کی خوشیاں مبارک ہوں، ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ اسے کفر و ضلالت و گمراہی کی خوشیاں مبارک ہوں۔ یا اسے خدا کی شان میں ایسی گستاخانہ عقیدے (کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں) پر مبارک باد دی جائے اور اپنی نیک تمناؤں کا اس کے لیے اظہار کیا جائے۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اسلام بہت ہی رواداری اور دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری و فراخ دلی کا مذہب ہے، لہٰذا کرسمس کے موقع پر کرسچین دوستوں کو کارڈ بھیجنا یا Happy Christmas کہنا یا کچھ تحفے تحائف ایسے خوشی کے مواقع پر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ سورۃ مریم کی آیات پر نظر ڈالنے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ثابت کرنے کی گستاخ جرأت پر جس سخت لہجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ و وعید آئی ہے، اس کے پیش نظر تسامح و رواداری کی دلیل ونظریہ پیش کرنا فضول معلوم ہوتا ہے۔ ہم تسامح و رواداری کے جذبے میں ان نصاریٰ کی مذہبی اعیاد میں شریک ہوں، ان کے لیے اپنے دل و دروازے کھول دیں مگر برطانیہ میں رہنے والے 20 فیصد مسلمانوں کو عید کے لیے ایک دن کی چھٹی دینا بھی انہیں گوارا نہیں، کتنے مسلمان ہیں جنہیں کرسمس کے 100 کارڈ کے بدلے عید کے موقع پر ان نصاریٰ کی جانب سے پانچ یا دس کارڈ بھی ملتے ہوں؟ ہم جن نصاریٰ کے لیے کرسمس کے موقع پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ان کے لیے خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ انہی نصاریٰ کے ہاتھوں بوسنیا میں پوری مسلم قوم جس طرح تباہ ہوگئی ہے کسی پر پوشیدہ نہیں۔ وہ نصاریٰ ہی ہیں جن کے تعاون و مدد سے آج اسرائیل فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ ہم انسانیت، ہمدردی، رواداری و ملنساری کے جذبے ایسے لوگوں کو پیش کریں جن لوگوں نے خود ان جذبات کے حامل مسلمانوں کے ساتھ انسانیت سوز ظلم روا کر رکھا ہے؟
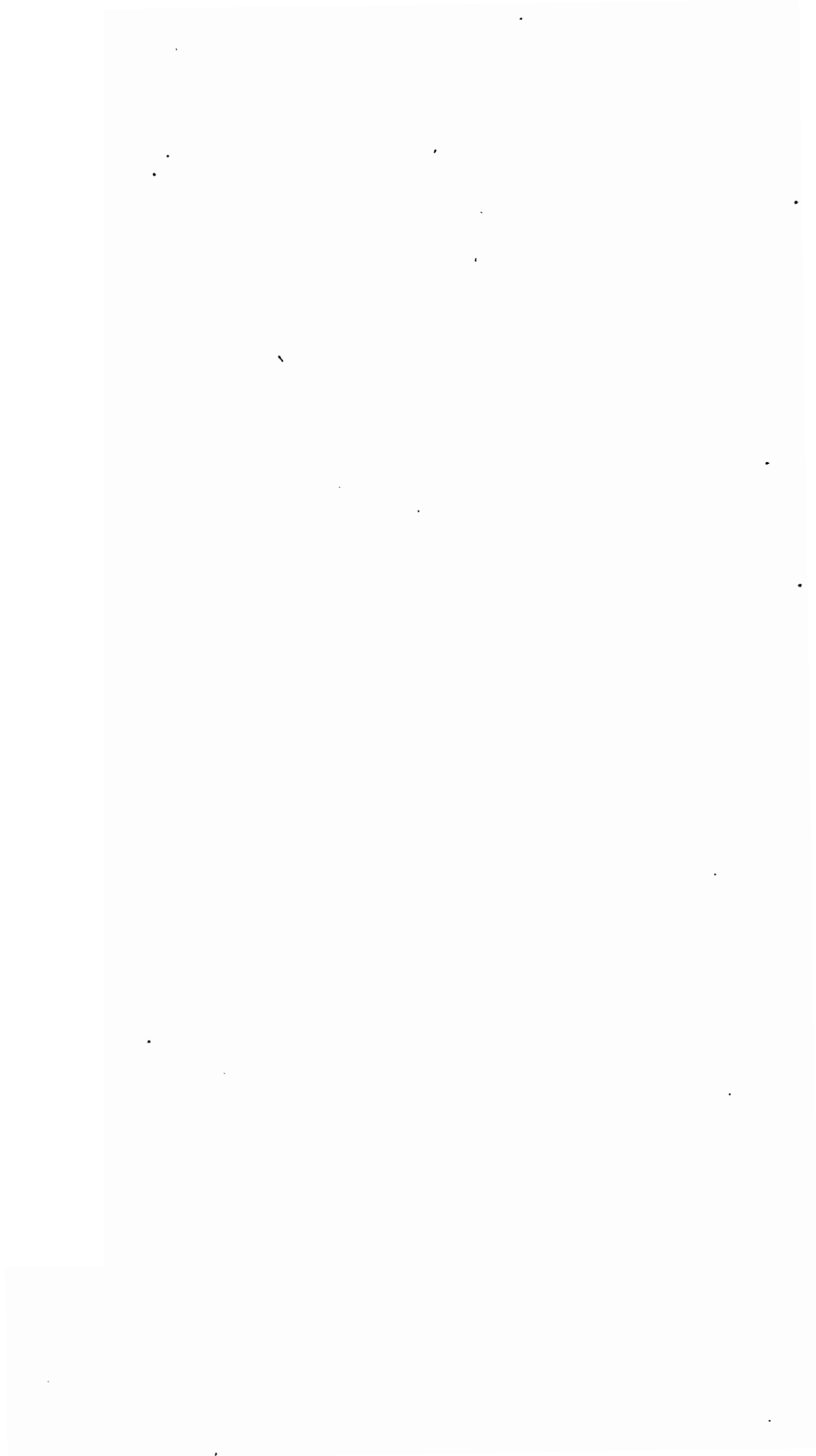
عیسائیوں کے تہوار

ایسٹر کا تہوار

اس تہوار کو عید الفصح یعنی ایسٹر ڈے کا نام بھی کہا جاتا ہے اور یہ عیسائیوں کا سب سے اہم سالانہ تہوار ہے۔ اس سے قبل بڑا روزہ ہوتا ہے جو چالیس دن تک ایسٹر ڈے سے پہلے چلتا ہے، یہ تہوار عیسائی مسیح علیہ السلام کی واپسی کی یاد یا انہیں سولی پر لٹکانے کے بعد ان کی قیامت جو کہ ان کی موت کے دو دن بعد کی یاد میں منایا جاتا ہے، عیسائیوں کے گمان کے مطابق یہ مختلف قوانین اور شریعتوں کا خاتمہ ہے جو یہ ہیں:

(ا) بڑے روزے کی ابتدا جو کہ ایسٹر ڈے سے چالیس یوم کا روزہ ہے اور وہ بدھ کے دن روزہ شروع کرتے ہیں جسے وہ ریتلا بدھ کا نام دیتے ہیں اس لیے کہ وہ حاضرین کی پیشانیوں پر ریت رکھتے ہیں اور بار بار یہ دہراتے ہیں، ہم مٹی سے شروع کرتے ہیں اور اس کی طرح پلٹیں گے۔

(ب) پھر اس کے پچاس دنوں بعد پچاسویں یا عنصرہ کے تہوار پر ختم کرتے ہیں

(ج) تکلیفوں کا ہفتہ: یہ روزے کی مدت کا آخری ہفتہ ہوتا ہے اور ان حادثات کی طرف اشارہ کرتا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو موت اور ان کی قیامت کی طرف لے گئے جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں۔

(د) احد السعف، یہ وہ اتوار کا دن ہے جو ایسٹر ڈے سے قبل آئے اور یہ مسیح علیہ السلام کا بیت المقدس میں کامیاب داخل ہونے کی یاد کے طور پر منایا جاتا ہے۔

(ھ) خمیس العہد: یا الصعود عہد والی جمعرات۔ یہ مسیح علیہ السلام کے آخری کھانے اور ان کی قید کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

(و) غم والا جمعہ۔ یہ ایسٹر ڈے سے پہلے والا جمعہ ہے اور صلیب پر مسیح علیہ السلام کی موت کی طرف اشارہ کرتا ہے (ان کے گمان کے مطابق)

(ز) سبت النور: روشنی والا ہفتہ کا دن: یہ وہ ہفتے کا دن ہے جو ایسٹر ڈے سے قبل آتا ہے اور مسیح علیہ السلام کی موت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ دن مسیح علیہ السلام کا ایسٹر ڈے منانے کے انتظار کا دن ہے اور یہ ایسٹر ڈے کے سارے جشن یوم صعود، صعود یا خمیس الصعود (چڑھنے کی جمعرات) میں ختم ہو جاتے ہیں، جہاں ہر گرجے میں مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چڑھنے کا قصہ پڑھا جاتا ہے اور عیسائیوں میں مذاہب اور ممالک مختلف ہونے کی بنا پر تہوار بھی مختلف اور کئی ایک ہیں، اور وہ سابقہ جمعہ اور جمعرات کو بڑی جمعرات اور بڑا جمعہ کا نام دیتے ہیں، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا رسالہ: (تشبیہ الخمیس باھل الخمیس) سے بھی یہی جمعرات مراد ہے اور یہ جمعرات ان کے روزے کا آخری دن ہوتا ہے اور اسے وہ خمیس المائدہ یعنی دسترخوان کی جمعرات کا نام بھی دیتے ہیں، جو کہ سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

”عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما کہ وہ ہمارے لیے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد کے ہیں سب کے لیے ایک خوشی کی بات ہو۔“ (المائدہ:114)

بہت سے مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ ان کے ان تہواروں میں بہت عجیب و غریب کام تھے جن میں درختوں کے پتے جمع کر کے انہیں صاف کرنا اور اس سے غسل کرنا اور انہیں آنکھوں میں ڈالنا شامل ہے اور مصر کے قبطی کچھ ایام نیل میں غسل کرتے اور ان کا یہ گمان تھا کہ اس میں دم درود ہے۔

اور ان کے ہاں ایسٹر ڈے بڑے روزے کے افطار کا دن ہے اور ان کا یہ گمان تھا کہ مسیح علیہ السلام سولی چڑھنے کے تین یوم بعد کھڑے ہوئے اور آدمیوں کو جہنم سے نجات

دلائی، اس کے علاوہ کئی ایک خرافات بھی ہیں جن کا ذکر شمس الدین الدمشقی الذہبی رحمۃ اللہ
نے کیا ہے کہ: اس دن اہل حماۃ چھ دنوں کے لیے کام کاج چھوڑ دیتے اور انڈوں کو
رنگتے اور کیک تیار کرتے ہیں۔ انہوں نے کئی قسم کے فساد اور اختلاط کی اقسام ذکر کی
ہیں جو اس وقت کی جاتی تھیں، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس میں مسلمان بھی شریک
ہوتے اور ان کی تعداد عیسائیوں کی تعداد سے تجاوز کر جاتی ہے، اللہ کی پناہ۔

ابن الحاج نے ذکر کیا ہے کہ: وہ اعلانیہ طور پر فحش کام کرتے ہیں اور انہیں کوئی
روکنے والا نہیں۔ لگتا ہے کہ یہی وجہ تھی کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے اس منکر کے
خلاف آواز اٹھائی جو انہوں نے مسلمانوں میں عیسائیوں کے تہواروں اور دینی شعار
میں ان کی تقلید کر کے پیدا کی۔ انہوں نے اس میں سے بہت سی اشیاء اپنی کتاب
الاقتضاء میں ذکر کی ہیں اور اسی طرح امام ذہبی رحمۃ اللہ نے اپنے رسالہ میں بھی ذکر کیا
ہے جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔

عیسائی آج تک موسم بہار کا چاند مکمل ہونے کے بعد پہلی اتوار کے دن
(22 مارچ 25 اپریل تک کے دوران) جشن مناتے ہیں اور آرتھوڈکس چرچ کے
پیروکار باقی عیسائیوں سے اس جشن کو دیر سے مناتے ہیں اور یہ عیسائی سال کے شعار
اور روزے اور ایام کا مکمل موسم ہے: محترم گلزار احمد صاحب سابق پادری ایسٹر کی
حقیقت یوں بیان کرتے ہیں کہ اکثر و بیشتر لوگوں کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ
ایسٹر نام کیونکر کلیسیا میں آموجود ہوا جبکہ اس کا نام وہ بائبل میں نہیں پاتے اور اگر
پاتے ہیں تو وہ عید فسح (بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات کی خوشی کی عید) نہ کہ ایسٹر۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر و بیشتر رسومات کلیسیا نے بت پرست اور غیر اقوام سے
پائی ہیں جن میں ایسٹر بھی ہے۔ Easter بظاہر انگریزی نام لگتا ہے اس کی نسبت غالباً
East یعنی مشرق سے ہوگی۔ جیسے سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا
ہے اور پھر مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ (مسیح کے مرنے اور جی اٹھنے کی کہانی کو بھی اسی
حد تک ایسٹر کے لفظ سے مناسبت ہے) بعض کے نزدیک ایسٹر کو جرمن لفظ Astarte

جو سورج کی دیوی تھی، سے نسبت ہے۔ جرمن زبان میں اس سے ملتے جلتے الفاظ یعنی اوسٹرین، اوسٹور اور ایشطار (عربی میں عستارات) ہیں جن کا ماخذ ایک ہی ہے اور سب کے معنی بھی ایک سے ہیں۔ یعنی نور سیمیں، طلوع آفتاب، نئی زندگی اور نئی پیدائش وغیرہ۔ کہنا یہ ہے کہ ایسٹر کی نسبت کہیں نہ کہیں سے East یعنی مشرق یا سورج سے ملتی ہے اور سورج کی پوجا کرنے والوں کی آج بھی کمی نہیں۔ قدیم فونیشیا (Phoenicia) کے رہنے والے جن کا دارالخلافہ کارتھیج تھا، Ashtroth دیوی کے پجاری تھے۔

جب روم کا قسطنطین (Constantine) بادشاہ مسیحی ہوگیا تو یہ ایک ریاستی مذہب بن گیا اور کروڑوں کی تعداد میں بت پرست کلیسیا میں شامل ہوگئے بلکہ کلیسیا پر چھا گئے۔ کلیسیا کے زیادہ تر اعلیٰ افسران بت پرستوں میں سے تھے جو سورج کی پرستش کرتے تھے۔ چونکہ رومی حکومت سکڑ رہی تھی، اس لیے بادشاہ نے اپنے سرکاری مشیروں اور کلیسیا کے افسران سے مشورہ لیا کہ کس ترکیب سے سلطنت کو مستحکم رکھا جائے؟ بت پرست چونکہ اتوار کے دن اولاد کی دیوی عستارات (Astarate) کی عبادت کرتے تھے، اس لیے کلیسیا کے افسران کا مشورہ تھا کہ سب کے لیے ''اتوار'' کو عبادت کا حکم دیا جائے اور لوگوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اتوار کو سب کام کاج چھوڑ کر عبادت کریں۔ یہ ترکیب رنگ لائی۔ اس سے سورج کے پجاری تسلی پذیر ہوگئے۔ قسطنطین نے بھی مسیحیوں کی تسلی کے لیے یہ افسانہ گھڑا کہ مسیح مصلوب ہونے کے بعد اسی دن دوبارہ جی اٹھے تھے، چنانچہ عید قیامت المسیح (مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کا دن) اور ایسٹر ایک ہی دن یعنی موسم بہار کے کسی اتوار کو اکٹھے منائے جانے لگے۔ کہیں اس کا نام ایسٹر، کہیں عید قیامت المسیح تو کہیں عیدِ فسح کا نام دیا گیا۔ اس طرح بت پرست مسیحی اور رومی متحد ہوگئے۔ اس سے پہلے ایسا اتحاد کبھی سامنے نہ آیا تھا۔

یہ 321ء کا قصہ ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے کلیسیا افسران کے مشورہ سے مرعوب ہوکر اتوار کو یہ تہوار منانے کا پہلا فرمان جاری کر دیا جو ہم نے براہ راست ریکارڈ سے

لیا ہے۔

''تمام قاضی، قصبوں کے مکین، تمام پیشہ ور اور تاجر اتوار کے تقدس میں (سورج کے دن) آرام کریں۔ کسی طرح کا کوئی کام نہ کریں اور اسے مانیں۔ ①

صرف یہی نہیں، پھر وقتاً فوقتاً کلیسیا کی بڑی بڑی کونسلوں کا انعقاد ہوتا رہا۔ تقریباً ہر ایک کونسل میں اتوار کو فضیلت دی گئی۔ آخر کار بت پرستوں کا تہوار خدا کے دن کے طور پر مانا گیا (یہ پوپ سلویسٹر (Sylvester) تھا جس کے زمانہ میں یہ ہوا 314 تا 337) اور کلیسیا کے رہنماؤں نے سبت (ہفتہ) کے بارے اعلانیہ کہہ دیا کہ یہ یہودیوں کا متبرک دن ہے اور جو سبت کو خداوند کا دن سمجھ کر مانتے رہے، ان کو منحوس، بدبخت اور لوئی قرار دیا گیا۔

ناسیہ کی دوسری کونسل 787ء میں بلائی گئی تاکہ کلیسیا میں بتوں کی پرستش کو رواج دیں۔ اس کونسل کا اندراج Ecclesiastical Annals میں برونیئس Baronius نے کیا۔

Vol, 9 pp.391-407 antwerp 1612) and charles. J, hefele, a history of the coun cilsof the church from the original documents book 18. chapter, 1, secs, 3329, 222 chapter, 2 sec pp260 - 304. and 342 - 372

ساتویں جنرل کونسل میں جو ناسیہ کی دوسری کونسل ہے، اس کے تعارفی صفحات 3,4 میں J.Mendham لکھتا ہے:

''چونکہ بہار کے موسم میں عستارات کا سالانہ میلہ منعقد ہوتا ہے، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قسطنطین نے مسیحیوں کو اکسایا کہ تم بھی قیامت المسیح کے روپ میں اس میلے میں شرکت کیا کرو۔ یوں بہار میں ایسٹر کے نام سے بت پرستوں کی دیوی عستارات کا میلہ اور عید قیامت مسیح منایا جانے لگا۔''

غرض یہ ایسٹر بت پرستوں کا تہوار تھا جو عیسائیوں میں رواج پایا۔

---

① (Edict of march7 ,321 AD corpus Juris civlis cod, 3 tit 12 les, 3)

مسیح علیہ السلام کی عید میلاد کو یورپی لوگ اسے (کرسمس ڈے) کا نام دیتے ہیں جو کہ پچیس دسمبر کو عام عیسائی مناتے ہیں اور اہل قبط کے ہاں یہ (29 کیھک) کے موافق آتا ہے اور یہ زمانہ قدیم سے منایا جا رہا ہے اور کتب تاریخ میں بھی مذکور ہے: مقریزی کا کہنا ہے کہ:

قاہرہ مصر کے سب علاقوں میں ہم نے عید میلاد (کرسمس ڈے) کو بڑے تزک و احتشام سے مناتے ہوئے پایا جس میں نقش و نگار والی شمعیں فروخت ہوتے ہوئے پایا جسے فانوس کا نام دیا جاتا ہے۔

عیسائیوں کی یہ عید میلاد مولد مسیح کی یاد میں ہر برس منائی جاتی ہے اور اس میں ان کی کئی ایک عبادات اور شعار بھی ہیں، اس طرح کہ وہ گرجا، لوقا اور انجیل متی میں مذکور ہے اور اس کی سب سے پہلی تقریب (336) میلادی میں منائی گئی اور یہ بت پرستی کے شعار سے متاثر ہوئی، اس طرح کہ رومی روشنی اور فصل کاٹنے کے الٰہ کا جشن منایا کرتے اور جب رومیوں کا سرکاری مذہب عیسائیت بنا تو عید میلاد یورپ میں رومیوں کا سب سے اہم جشن تہوار بن گیا اور بشپ نیکولس یورپی ممالک میں عید میلاد کے تحفے دینے کی علامت بن گیا پھر خاص کر بچوں کو تحفے دینے کی علامت بشپ نیکولس کی جگہ پوپ نویل نے لے لی، اور مختلف ممالک میں بہت سے مسلمان ان شعار اور عادات سے متاثر ہوئے، اس طرح کہ پوپ نویل کی علامت والے تحفے مسلمانوں کی دکانوں اور مارکیٹوں میں معروف ہوگئے اور کتنے ہی گھر ایسے تھے جن میں یہ تحفے اور ہدیہ جات داخل ہوئے اور کتنے ہی مسلمان بچے پوپ نویل اور اس کے ہدیہ جات جاننے لگے، لاحول والا قوۃ الا باللہ۔

اس تہوار میں عیسائیوں کے کئی ایک شعار اور علامتیں ہیں:

فلسطین اور اس کے ارد گرد کے عیسائی عید میلاد کے دن بیت اللحم میں جمع ہوتے، جہاں مسیح علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور نصف رات کو عبادت کرتے ہیں اور ان کے شعار میں تیس نومبر کی قریب ترین اتوار کو جشن منانا ہے جو کہ بشپ انڈریوس کا

تہوار ہے اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کے قدوم کا پہلا دن ہے اور یہ تہوار اپنے جوبن پر اس وقت ہوتا ہے جب نصف رات کو بشپ جاگتے ہیں جبکہ گرجا گھروں کو سجایا جاتا ہے اور لوگ عید میلاد کے ترانے گاتے ہیں اور تہوار کا موسم (6 جنوری) کو ختم ہو جاتا ہے اور ان میں سے بعض کرسمس ٹری کے تنے کو جلاتے ہیں پھر غیر جلے ہوئے حصہ کو محفوظ کر لیتے ہیں او اعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ یہ جلنا نصیب کو کھینچ لیتا ہے اور یہ اعتقاد برطانیہ، فرانس اور اسکنڈے نیوین ممالک میں پایا جاتا ہے۔

تہوار **الغطاس** جو کہ 19 جنوری اور قبطیوں کے ہاں ماہ طوبہ کی گیارہ تاریخ کو منایا جاتا اور ان کے ہاں اس کی اصل یہ ہے کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام جو ان کے ہاں یوحنا معدان کے نام سے معروف ہیں۔ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو اردن کی نہر میں بپتسمہ (عیسائیوں کے ہاں بچے کو غسل دینے کی ایک رسم کا نام ہے) دیا تھا اور جب انہیں غسل دیا تو ان سے روح القدس ملے تھے تو اس لیے عیسائی اپنی اولاد کو آج تک پانی میں ڈبوتے اور سب لوگ جمع ہو کر اس میں اترتے ہیں۔

مسعودی نے اس تہوار کے متعلق ذکر کیا ہے کیونکہ یہ تہوار اس کے دور میں بہت تزک و احتشام سے مصر کے اندر منایا جاتا تھا۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں عیسائی اور مسلمان جمع ہو کر دریائے نیل میں غوطے لگاتے اور ان کا گمان ہے کہ اس طرح بیماریوں سے محفوظ رہا جاتا اور بطور علاج و منتر ہے اور اسی مفہوم کے مطابق آرتھوڈکس چرچ کے پیروکار یہ تہوار مناتے ہیں لیکن کیتھولک اور پروٹسٹینٹ چرچ کے پیروکار اس تہوار کا اور مفہوم لیتے ہیں۔ وہ مفہوم یہ ہے کہ وہ مشرق سے آنے والے تین اشخاص جنہوں نے مسیح علیہ السلام کو رضاعت مہیا کی ان کی یاد میں یہ تہوار مناتے ہیں۔

الغطاس اصل میں افریقی کلمہ ہے جس کا معنی ظہور ہے اور یہ ایک دینی اصطلاح ہے جو ظہور غیر مرئی سے مشتق اور توراۃ میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ایک جلے ہوئے درخت کی شکل میں تجلی فرمائی، (اللہ تعالیٰ ان کے قول بلند و بالا اور پاک ہے)

نیوایئر نائٹ

یہ تہوار میلادی سال کے آخر میں منایا جاتا ہے اور اس دور میں اسے بہت اہمیت حاصل ہے، وہ اس طرح کہ عیسائی ممالک اور بعض اسلامی ممالک میں بھی یہ تہوار منایا جاتا ہے، اور یہ تہوار زمین کی ہر جگہ سے با آواز اور باتصویر اسے نشر کیا جاتا ہے اور اخبار اور میگزین اسے صفحہ اول پر جگہ دیتے ہیں اور فضائی چینل بھی اسے بڑی اہمیت دیتے ہیں۔

اس وقت یہ ملاحظہ کیا جا رہا ہے کہ بہت سے مسلمان لوگ جن کے ملکوں میں یہ عیسائی تہوار نہیں منایا جاتا وہ اس تہوار میں شرکت کے لیے عیسائی ممالک جاتے ہیں اور اس میں ہونے والے فحش اور حرام کاموں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اس گناہ اور برائی سے غافل ہیں جو کفار کے شعار میں پائی جاتی ہے۔

(31دسمبر) کے بارے میں عیسائیوں کے عجیب وغریب اور باطل اعتقادات اورخرافات پر مبنی ہیں اور یہ تہوار بھی اسی طرح خرافات سے بھرا ہوا ہے جس طرح باقی تہواروں میں خرافات پائی جاتیں ہیں۔

اور یہ اعتقادات نئی ترقی (حضارۃ) کے مرہون منت ہیں اور ان کے پیدا کردہ ہیں جو اپنے آپ کو ترقی یافتہ اور شہری کہتے ہیں اور ہماری قوم کے ان منافق صفت لوگوں کے خیالات ہیں جو ان عیسائیوں اور غیر مسلموں کے شعار اور علامات کی اتباع اور پیروی میں اس طرح برابری کر رہے جس طرح ایک جوتا دوسرے کے برابر ہوتا ہے، تاکہ ہم اس کی ضمانت دیں کہ ہم بھی ترقی یافتہ اور شہری زندگی کے دلدادہ ہیں حتیٰ کہ یہ گوری چمڑی اور نیلی آنکھوں اور سیاہ دلوں والے ان سے راضی ہو جائیں!!

ان اعتقادات میں یہ بھی شامل ہے کہ: جو شخص اس رات نصف شب گزرنے کے بعد شراب کا آخری گلاس پیئے گا اس کے نصیب اچھے ہوں گے اور اگر وہ کنوارہ ہو تو اس رات بیدار رہنے والوں میں اپنے دوست و احباب میں سب سے پہلے اس کی شادی ہوگی اور سال نو کے تہوار پر بغیر کسی تحفے کے کسی کے گھر میں داخل ہونا بہت

منحوس شمار کیا جاتا ہے۔ سال نو کے دن گرد و غبار کی صفائی کرنے سے اچھے نصیب بھی ختم ہو جاتے ہیں اور اس دن برتن اور کپڑے دھونا بھی نحوست میں شمار کیا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ سال نو کے تہوار کی رات بھر آگ جلتی رہے اسے اچھے نصیب کی علامت شمار کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ اور بہت سی بے ہودہ خرافات ہیں۔

اس کے علاوہ بھی عیسائیوں کے کئی ایک تہوار ہیں، جن میں سے کچھ تو قدیم اور کچھ نئے ایجاد کردہ ہیں اور کچھ ایسے تہوار ہیں جو انہوں نے اپنے سے قبل یونانی اور رومیوں سے لیے ہیں اور کچھ ایسے تہوار ہیں جو ان کے دین میں تھے اور پھر مٹ کر ناپید ہو گئے اور ان تہواروں کچھ تہوار تو بڑے اور ان کے لیے بہت اہم ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو چھوٹے اور کچھ چرچ اور مذہب کے پیروکاروں میں کم اہمیت رکھتے ہیں۔

ہر مذہب اور فرقہ والوں کے خاص تہوار ہیں جو ان کے چرچوں اور پادریوں اور بشپوں کے ساتھ خاص ہیں جو دوسرے مذہب کے پیروکار تسلیم نہیں کرتے، لہٰذا پروٹسٹنٹ فرقہ کے پیروکار دوسرے چرچوں کے پیروکاروں کے تہوار کو نہ تو تسلیم کرتے اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن وہ بڑے بڑے تہواروں مثلاً ایسٹر ڈے اور میلاد مسیح (کرسمس ڈے) اور سال نو اور غطاس (بپتسمہ یعنی غوطے لگانے کا) تہوار ان سب پر متفق ہیں اگرچہ اس میں کیے جانے والے کاموں اور شعار میں اختلاف پایا جاتا ہے، یا پھر بعض اسباب اور تفصیلات اور اس کی جگہ اور وقت کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

بپتسمہ

بپتسمہ یا اصطباغ: یہ رسم عیسائیت کی پہلی رسم ہے۔ یہ ایک غسل ہے جو دائرہ عیسائیت میں داخل ہونے والے کو دیا جاتا ہے۔ اس رسم کو ادا کیے بغیر عیسائیت میں داخل نہیں ہو سکتے، یعنی اس کے بغیر عیسائیت قبول کرنے والے شخص کو عیسائی نہیں کہا جا سکتا۔ اس رسم کے پس پردہ پر عقیدہ کفارہ کار فرما ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ بپتسمہ لینے سے انسان یسوع کے واسطے سے ایک بار مر کر حیات ثانیہ پاتا ہے۔ موت

کے ذریعے اسے ''اصل گناہ'' کی سزا ملتی ہے اور حیات نو سے اسے آزاد قوت ارادی حاصل ہوتی ہے۔ Augstine the enchirdion XLII p.88 بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

یروشلم کے مشہور عالم سائرل نے اس رسم کو ادا کرنے کا طریقہ کچھ یوں بیان کیا ہے کہ:

بپتسمہ لینے والے کو بپتسمہ کے کمرے میں اس طرح لٹا دیا جاتا ہے کہ اس کا منہ مغرب کی طرف ہو پھر بپتسمہ لینے والا اپنے ہاتھ مغرب کی طرف پھیلا کر کہتا ہے کہ ''اے شیطان میں تجھ سے اور تیرے ہر عمل سے دست بردار ہوتا ہوں۔''

پھر وہ مشرق کی طرف منہ کر کے زبان سے عیسائی عقائد کا اعلان کرتا ہے اور اس کے بعد اسے ایک اندرونی کمرے میں لے جاتا ہے کہ جہاں اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں اور سر سے پاؤں تک ایک دم کیے ہوئے تیل سے اس کی مالش کی جاتی ہے اس کے بعد اسے بپتسمہ کے حوض میں ڈال دیا جاتا ہے۔

اس موقع پر عیسائیت قبول کرنے والے سے تین سوال کیے جاتے ہیں کہ کیا وہ باپ، بیٹے اور روح القدس پر مقررہ تفصیلات کے ساتھ ایمان رکھتا ہے؟ ہر سوال کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ ''ہاں میں ایمان رکھتا ہوں'' اس سوال و جواب کے بعد اسے حوض سے باہر نکال لیا جاتا ہے اور اس کی پیشانی، کان، ناک اور سینے پر دم کیے تیل سے دوبارہ مالش کی جاتی ہے۔ پھر اس کو سفید کپڑے پہنا دیئے جاتے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ بپتسمہ لینے والا تمام گناہوں کی آلائشوں سے پاک و صاف ہو چکا ہے۔ اس کے بعد بپتسمہ پانے والوں کا جلوس ایک ساتھ کلیسا میں داخل ہوتا ہے اور پہلی بار عشائے ربانی کی رسم میں شریک ہوتا ہے۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مقالہ بپتسمہ ص 83 ج 3 بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

عشائے ربانی: مسیحی عقیدہ میں اس رسم کی بھی بڑی اہمیت ہے کہ کیونکہ بقول مسیحی حضرات اس رسم کے بعد حضرت یسوع مسیح علیہ السلام خود بنفس نفیس محفل میں تشریف

اتے ہیں۔ یہ رسم حضرت مسیح کی قربانی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے۔لوقا نے یک حکم بھی یسوع کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ نے اس رسم کو منانے کا حکم دیا۔ نضرت مسیح نے گرفتار ہونے سے ایک دن قبل اپنے حواریوں کے ساتھ رات کا کھانا کھایا تھا۔ جس کے دوران لوقا کے مطابق اس رسم کے منانے کا حکم دیا جبکہ متی نے کوئی حکم نقل نہیں کیا، ملاحظہ ہو۔

جب وہ کھا رہے تھے تو یسوع نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور شاگردوں کو دے کر کہا کہ لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پھر پیالہ لے کر شکر کیا اور ان کو دے کر کہا تم سب اس میں سے پیؤ کیونکہ یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لیے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔'' (متی 28-62:26)

لوقا نے اس اضافہ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس کے بعد مسیح نے حواریوں سے کہا۔ میری یادگاری کے لیے یہی کیا کرو۔ (لوقا22 19:)

عیسائیت کے مشہور عالم جسٹن مارٹر اس رسم کے بجالانے کا طریقہ اس طرح لکھتے ہیں:

ہر اتوار کو کلیسا میں ایک اجتماع ہوتا ہے۔ شروع میں دعائیں اور نغمے پڑھے جاتے ہیں اس کے بعد حاضرین ایک دوسرے کا بوسہ لے کر مبارک باد دیتے ہیں۔ پھر روٹی اور شراب لائی جاتی ہے اور صدر مجلس اس کو لے کر باپ بیٹے اور روح القدس سے برکت کی دعا کرتا ہے جس پر تمام حاضرین آمین کہتے ہیں، پھر کلیسا کے خدام (Deacons) روٹی اور شراب کو حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس عمل سے فوراً روٹی مسیح کا بدن بن جاتی ہے اور شراب مسیح کا خون اور تمام حاضرین اسے کھاپی کر اپنے عقیدہ کفارہ کو تازہ کرتے ہیں۔

(Justin Martyr APOI p165-167 بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

گڈ فرائی ڈے: عقیدے مسیحیت کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کے آخری آٹھ دن اہمیت کے حامل ہیں۔ لہٰذا عیسائی نقطۂ نظر سے مسیح علیہ السلام کی زندگی کے آخری ہفتے

کا ہر دن یادگار اور متبرک ہوتا ہے گڈفرائی ڈے (Good Friday) سوگ کا دن ہے، اسی دن حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا۔

ایسٹر Easter

بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پانے کے بعد تیسرے دن مورخہ 21 مارچ بروز اتوار دوبارہ زندہ ہوگئے تھے اس احیائے ثانیہ کی خوشی میں عیسائی دنیا 21 مارچ یا اس کے بعد آنے والے پہلے اتوار کو ایسٹر کا تہوار مناتے ہیں۔ مشرقی اور مغربی کلیساؤں میں ایسٹر کی تاریخ کے بارے میں اکثر اختلافات رہا ہے۔ مشرقی ممالک کی عیسائی دنیا یہودیوں کی تقلید میں ماہ نسان کی چودھویں تاریخ کے تیسرے روز خواہ وہ اتوار کا دن ہو یا نہ ہو عیدالفصح (Easter) مناتے تھے۔ یہ وہی تاریخ تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر (Egypt) سے نکلے تھے اور اسی دن فرعون سے بنی اسرائیل کو نجات ملی تھی مگر مغربی ممالک کی کلیسائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (بقول ان کے) جی اٹھنے والے دن یعنی اتوار کو ایسٹر مناتی تھیں۔ علاوہ ازیں بہت سی کلیسائیں 25 مئی کو ایسٹر کا تہوار مناتی تھیں۔ آخرکار بنکیا کی کونسل منعقدہ 325ء میں فیصلہ ہوا کہ پاسکا کی عید یعنی ایسٹر 21 مارچ کے بعد پورے چاند کے وقت بروز اتوار منائی جائے۔

اس دن کو ایرانیوں (فارس) نے جو مجوسی تھے، نو روز کر کے منایا۔ ہندوؤں نے بسنت کا دن ٹھہرایا اسی طرح مصر اور آئرلینڈ کے لوگ ایسٹر کے دن بہار کی دیوی آسٹر کی پرستش کر کے مناتے ہیں، یعنی ایسٹر کی عید یا تقریب بہار کی دیوی کی تقریب ہے۔ یہ تقریب بلتستان میں بھی بڑے زور وشور سے منائی جاتی ہے۔ وہ اس کو سال نو کی آمد کی خوشی کے طور پر مناتے ہیں۔

❀ ❀ ❀

صبح روشن کی دیگر کتب

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
0321-4275767, 0300-4516709
www.subheroshan.com